

و نظامی و سعدی و حافظ وغیرہ وغیرہ نے عاشقانہ شعر و سخن کے پیرایہ
بین تصوف اور سلوک کے وریا بہا دئے ہیں۔

گفتہ آید در حدیث و گبران

خو شتر آن باشد کہ سر و لبران

لیکن اون کے اصطلاحات اور استعارات صوفیانہ ایسے معمولی
نہیں ہیں کہ جس سے ہر شخص اس وریاے حقیقت سے سیرابی
حاصل کر سکے۔ علاوہ اس کے وہ فرقہ اسلام جو غیر مقلد کے
نام سے مشہور ہے اون کے نزدیک تصوف اور سلوک کوئی
چیز ہی نہیں بلکہ تصوف جس کا موضوع محض تقرب الی اللہ ہے
اس کو بالکل بے اصل اور بے بنیاد سمجھنے کے علاوہ طریقہ سلوک
یعنی ذکر چہری اور خفی اور توجہ اور حلقہ صوفیہ وغیرہ پر مضحکہ اڑاتے ہیں
علاوہ اس کے وہ روشن گروہ جن کے دل و دماغ سائنس اور فلسفہ
سے لبریز ہیں ممکن نہیں کہ وہ تصوف اور سلوک کے قائل ہو سکیں
تا وقتیکہ اس کا اصول اور فلسفہ انہیں نہ سمجھایا جائے۔

اب رہے مشائخین سلف کے خلف جن کو اون کے بزرگوں سے
سدینہ سپینہ سلوک وغیرہ پھونچا ہے۔ اون کے پاس اس کی تعلیم

قدیم طریقہ پر ہوا کرتی ہے نہ اصول سمجھایا جاتا نہ اس کا فلسفہ اس لئے
 طالبان حق کے قلوب جس قدر جلد اس سے متاثر ہونا چاہئے
 نہیں ہو سکتے۔ غرض تا وقتیکہ منکرین کے اعتراضات کا ابطال
 دلائل نقلی اور عقلی سے نہ ہو اور تصوف اور سلوک کے اصول اور
 فلسفے کو عام فہم ارووزبان میں نہ سمجھایا جائے۔ ممکن نہیں کہ آفتاب
 حقائق اور معارف کو فروغ حاصل ہو سکے۔ لہذا بنظر وجہ مندرجہ بالا
 اس خاکسار نے تصوف اور سلوک کا اصول اور فلسفہ بتلانے کے
 علاوہ سلوک کے اہم اور عظیم الشان مقامات جیسے فنا فی الشیخ
 فنا فی الرسول فنا فی اللہ بقا باللہ خلوص توضع عشق توجہ عبادات
 سلوک وغیرہ وغیرہ کے اسرار اور غوامض کو اکثر عقلی اور نقلی دلائل
 سے سچوالہ کتب معتبرہ ثابت کر کے یہ کتاب عام فہم ارووزبان میں
 لکھی ہے تاکہ کسی کو مسائل تصوف اور طریقہ سلوک کے سمجھنے میں وقت
 نہ ہو بالخصوص ارباب ظاہر کے اعتراضات کو قلم بند کر کے ارباب
 صوفیہ کے جوابات بھی اس کے ساتھ ساتھ نہایت وضاحت
 کے ساتھ دیا کر دیئے گئے ہیں تاکہ ارباب ظاہر اور اصحاب صوفیہ کے
 قیاسات اور خیالات کی بلند پروازی کا موازنہ اچھی طرح ہو سکے ارباب
 معنی اصحاب صوفیہ سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں کوئی غلطی ہو تو معاف

فرمائیں اور اس میں اگر کہ فی بات پند اور قبول ہوتا اوس کے صلہ
میں اس بیچپران کی عاقبت بخیر ہونے کی دعا فرماتے رہیں ۛ ۛ

اللہم ثابِت قَدَمی عَلٰی صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ

اَحْقَرِ الْعَبْدَ خَاوِمَ الْفَقْرِ

سراج الدین قاوری المعروف

سراج پادشاہ عفی عنہ

نمبر ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ ہجری

تصوف

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زوئند

اگرچہ تصوف علم باطن کا ایک حقیقی نام ہے جس کو حضرات صوفیہ عظیم لدنی اور علم سینہ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن علماء اور حکماء کے مختلف مختلف خیالات اور قیاسات نے اس کو ہجوں مرکب کر دیا ہے جس سے اس کی اصل صورت حقیقت پر وہ معرض بحث میں ایسی نہیان ہو گئی ہے کہ جس کا مشاہدہ عوام الناس کے لئے ممکن ہی نہیں۔ بلکہ حضرات صوفیہ جن کو اس کی صورت حقیقت کے ردیت کا وعوئے تھا وہ بھی مطلع آفتاب تصوف کو اپنے نوک زبان علم البیان سے چاک نہ کر سکے۔

نہ حُنبش غایتیہ وار و نہ سعدی راسخ پایان
بہر و تشنہ مستسقی و دیر یا بچان باقی

علماء ظاہرین جس کا عمل صرف کتاب و سنت پر ہے وہ تو سر سے تصوف

اور سلوک اور کشف الہام کے قابل نہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ حقیقت علم
تصوف کی کچھ بھی اصلیت ہوتی تو خدائے پاک اپنے کلام پاک میں
اوس کی خبر ضرور دیتا۔ نہ خدائے پاک نے اوس کی خبر دی۔ نہ رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کے طرف کہیں اشارہ فرمایا یہ صرف
آیات متشابہات اور احادیث موضوعہ عن کی تاویل صریح منع ہے۔
اوس مجموعہ کی تاویلات کو حضرات صوفیہ نے اپنے مطالب کی طرف
کہنچ تان کے تصوف کی وجود کا قہاکہ کہنچا ہے۔ وہ حقیقت اوس کا وجود
بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ اور رباب صوفیہ نے بھی اوس کی
اصل حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں بیان کر کے کوئی حد قائم نہیں کی
صرف اونھوں نے بھی اپنے رنگ اور مذاق کے موافق تصوف کی تخریف
کی ہے۔ کسی نے تو ورع زہد و صدق و صفا وغیرہ کے مجموعہ کا نام
تصوف رکھ لیا۔ اور کسی نے تصوف کے لفظی بحث پر اپنے خیال کو
حکمائے اشراق کے انداز کے ساتھ جوڑ ملا دیا چنانچہ علامہ ابوریحان نے
اپنی کتاب میں یون لکھا ہے کہ تصوف کا لفظ اصل میں سین سے تھا
جس سے اوس کا مادہ سوف ہوتا ہے۔ یونانی زبان میں سوف حکمت کو

کہتے ہیں یہ یونانی کتابوں کا ترجمہ ہوا تو یہ لفظ عربی زبان میں آیا۔ چونکہ صوفیہ کرام میں بھی حکمائے اشراق کا رنگ و انداز پایا گیا۔ اس لئے رفتہ رفتہ سونی سے صوفی بن گیا اس بنا پر بعض صوفیہ نے حکمائے اشراق کی طرح عالم روحانیت کی تحقیقات شروع کی اور اس کے حاصل کرنے کے چند اصول قائم کر کے اس کا نام علم تصوف رکھا۔ صوفیوں کے اصول جو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے نامی گرامی تالیفات میں بیان فرمایا ہے۔ وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) خدا تو انا ہے وہ ہر چیز میں ہے اور اس میں سب چیزیں موجود ہیں۔

(۲) تمام ظاہری اور چھپی ہوئی مخلوق اسی سے نکلی ہے اور ان میں اور اپنے خالق میں کوئی اصل فرق نہیں ہے۔

(۳) مذاہب احتمالات کے اسباب ہیں مگر وہ نفس الامری طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ بعض اس مطلب کے لئے بہت ہی زیادہ مفید ہیں مثلاً اسلام جس کا سچا فلسفہ تصوف ہے۔

(۴) نیک اور بد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں خدا کی

ذات سے مکمل ہیں اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ تصوف صف کے لفظ سے

نکلا ہے تبع تابعین کے بعد جو لوگ زہد و عبادت میں صف اول میں تھے

وہ صوفی کہلائے۔ اور بوہاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں صوفی کی تاریخ

اور تو صیف اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے لئے اُن کے زمانہ میں کوئی

فضیلت والا نام سوائے صحبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

نہیں تھا کیونکہ اس سے بڑھ کے کوئی فضیلت تھی تب صحابہ اُن کو کہا

گیا۔ جب اُن کا زمانہ آخر ہونے لگا تو لفظ تابعین پیدا ہوا یعنی وہ لوگ

جن کو صحابی کی صحبت کا افتخار حاصل تھا وہ تابعین کے نام سے مشہور

ہوئے بعد تابعین تبع تابعین یعنی جنہوں نے تابعین کا جلوہ دیکھا تھا۔

وہ تبع تابعین کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ بعد اُن کے وہ فرقہ

سنت جماعت کا جو علماء وہ زہد تقویٰ عبادت کے تزکیہ نفس سے صفائی

باطن کے طرف متوجہ ہوئے وہ اہل تصوف اور صوفی کہلائے۔

دوسری صدی ابھی ختم ہونے نہیں پائی تھی کہ سب سے پہلے ابوہاشم

صوفی کو صوفی کا لقب ملا۔ اور انہی کے زمانہ میں خانقاہ کی بنیاد پڑی۔

جس کی غایت یہ تھی کہ ایک مقام پر اہل صنایع ہو کے علم باطن کی تعلیم

نی کی تاریخ
لی وجہ ۱۲

اور بہم خلوص اور محبت اور اتھاہ پیدا کریں۔ صوفیہ کرام کے لئے پہلے جس نے خانقاہ بنائی وہ حضرت ابو ہاشم صوفی قدس اللہ سرہ ہیں۔ انھوں نے شام کے ٹیلہ پر خانقاہ بنائی۔ اوس کی وجہ یہ ہے کہ ایک امیر آتش پرست شکار کو گیا تھا۔ راستہ میں اوس نے اس گروہ کے دو شخصوں کو دیکھا کہ ملے اور ایک دوسرے سے بغلیں ہوئے اور وہیں بیٹھ گئے جو کچھ کھانے پینے کی چیز اپنے پاس رکھتے تھے ملکر کھانے لگے۔ بعد کھانے کے پھر چل دئے اور اوس امیر کو انکا بڑاؤ اور باہمی الفت پسند آئی۔ اون سے ایک کو بلوا کر دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے کہا مجھے معلوم نہیں اوس امیر نے کہا کہ پھر یہ محبت کیسی جو تم کو ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔ درویش نے کہا یہ ہمارا طریقہ ہے کہا کہ کوئی تمہارا مکان ہے جہاں بہم ملا کرتے ہو کہا کہ نہیں اوس نے کہا کہ میں تمہارے لئے ایک مکان بنا دیتا ہوں جہاں کہ تم لوگ جمع ہوا کرو۔ تب اوس نے ایک خانقاہ ایک ٹیلہ پر بنا دی۔

(۱) ابو جریرؓ نے فرمایا ہے کہ اخلاق و سیمہ سے نکلا کہ اخلاق حمیدہ ہیں داخل ہونے کا نام تصوف ہے۔

(۲) حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف اور صوفی اوسکا نام ہے

لے لغات الانس۔ ۱۵ رسالہ قشربہ۔

کہ جس کا جینا مرنا محض خدا پر ہو۔

(۳) رویم نے کہا کہ تصوف سے نفس کو اللہ کے ساتھ جوڑ دینا ہے وہ جو چاہے کرے۔

الحاصل تصوف کے متعلق صوفیہ اور اہل تحقیق نے مختلف مختلف رائیں ظاہر کی ہیں جس سے اوس کے وجود کا پتا چلتا ہے۔ لیکن اون کے مختلف بیانات سے اوس کی اصل حقیقت کی یکسوئی نہیں ہوتی۔ تاہم محققین علم تصوف کے قابل اور عامل ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی نہ کسی بلند خیال نے اس مرغ عالم بالا کا اپنی ناوک نظر عین تحقیق سے شکار کیا ہو اوس کی اصل حقیقت آگے بیان کی جاتی ہے۔

ارباب ظاہر جو علم تصوف کے سرے سے منکر ہیں اون کے اقوال اور استدلال کا ابطال کرنا نہایت لازمی ہے اس لئے ہم سب سے پہلے اون کے استدلال اور اقوال پر بحث کرتے ہیں۔

ارباب ظاہر کا اعتراض اون کا یہ قول کس قدر عجیب انگیز لائق ابطال اور قابل اطلاق ہے کہ تصوف کی نسبت خدا نے پاک اور اوس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کلام میں خبر کہیں نہیں دی صرف فرقہ متصوفین نے آیات تشابہات اور احادیث موضوعہ کی تاویلات سے تصوف کے وجود کی بنیاد قائم کی ہے درحقیقت و سکی

ظاہر کا اعتراض

اصل محض بے بنیاد ہے۔

ہم پہلے ہم اون کا جواب نقلی دلائل سے ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو خلیفہ اور مسجود ملائیک اور خزائن الوہیت کا خازن بنایا ہے جسے متعلق حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

وَقُلْ كُنْ مِنْ أُمَّةٍ أَدَارَ

اور تحقیق ہم نے عزت دی اولاد آدم کو۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

تحقیق میں بناتوا لاہون زمین پر اپنا خلیفہ

أَسْبِغْهُ بِالْأَكْثَرِ

مسجدہ کرو تم آدم کو۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ

تحقیق ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں

وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ

تو ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور مانگ لیا

أَن يَخْشَى الْإِنْسَانَ وَانْشَقَّتْ مِنْهُمَا سَحَابًا

اور اٹھا لیا اس کو آدمی نے بے شک

لَا إِنْسَانًا ۚ وَلَئِنْ كَانَتْ خَلْقًا

تھا بڑا ظالم اور بڑا جاہل۔

لَا إِنْسَانًا ۚ وَلَئِنْ كَانَتْ خَلْقًا

ان آیات نصوص قرآنی سے حضرت انسان کی فضیلت اور بار مانت کا

وجود بالکل ثابت ہوتا ہے۔ پس ہم اون سے پوچھتے ہیں کہ وہ ان آیات

قرآنی کے بھی قایل ہیں یا نہیں۔ کیا ان آیات کو بھی تشابہات کی

فہرست میں داخل کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہم اون سے پوچھتے ہیں کہ

حضرت آدم میں کونسی خوبی ایسی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

اون کو اپنا خلیفہ بنایا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا اور خدائے پاک نے

وہ کونسی امانت پیش کی تھی جس کو آسمان و زمین پہاڑ وغیرہ اٹھانے سے عاجز ہوئے اور انسان ہی اوس کے اٹھانے کا مستعمل ہوا۔

سہ پہر خود حضرت انسان نے اٹھایا وہ بلکہ
کوئی مخلوق نہ جس کا مستعمل ٹھہرا

پس ان تمام باتوں کے جواب میں ہمیں یقین ہے کہ اون کے زبان سے
بے ساختہ یہی فقرہ نکلیگا کہ بے شک آیات قرانی سے بار امانت کا
وجود ثابت ہے اور انسان جمیع موجودات میں اشرف اور برتر خلق اللہ
پس اگر وہ انسان کی شرف اور بار امانت کے وجود پر علانیہ کلام الہی
شہادت دینے پر انکار کریں تو یہ اون کی صرف ہمت و ہر می ہی نہیں بلکہ
دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی قومی دلیل ہے۔
اس لئے ہم اس محل تقریر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ اونکی
ذہن نشین ہو کر بار امانت کے وجود کا جس کو ارباب صوفیہ تصوف اور
علم باطنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یقین ہونے میں کوئی شبہ اور یقین باقی
نہ رہے۔ اوس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کی عزت و عظمت اور عقل
یکل پر ہے جو اوس کے خانہ دل میں آفتاب جہان تاب کی طرح روشن ہے۔

بمصدق آفمن شیعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقائق اشیاء اور اسرار لایہ اور عجائبات اللہ کے اور اک کرنے کی قوت حاصل ہے جس کو حضرات صوفیہ بار امانت اور علم تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا۔

علاوہ اس کے اور حدیث صحیحہ سے علم باطن ثابت ہوتا ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ یہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وَكُنْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِلَةٍ مَّا أَحَدُهُمَا قَابِلٌ لِفَيْكَلِهِ وَآمَاتِ الْآخِرِ فَلَوْ بَشَّرْتُهُ لَقُطِعَ هَذَا الْبَلْعُورُ۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے اونھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وچہرین یا وکین ایک تو تم میں پہلیا تاہوں اور دوسرا اگر کہوں تو گردن کاٹ ڈالی جائے۔

غرض ان احادیث وغیرہ سے علم باطن کا وجود اور اس کی قدامت بھی علامتہ ثابت ہوتی ہے اس بنا پر کسی گروہ اسلام کو اس کے انکار کرنے کی کوئی مقول وجہ نہیں ہے چنانچہ اکابرین صوفیہ نے علم باطن کو سینہ بسینہ پھیلنے کے متعلق جو سلسلہ قائم کیا ہے وہ یہی ہے اس علم کی بنیاد رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی زمانہ مبارک میں پڑی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بطور خاص علم باطن کی تعلیم دی۔ ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ زندگی میں ذکر کے طریقے علیحدہ علیحدہ مذہبی عبادت میں ادا کرنے کے لئے بتلائے ہیں۔ یہیں سے صوفیوں کے دو گروہ قائم ہوئے۔ جب حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے بستر مرگ پر حضرت سلمان فارسی کو طریق ذکر میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خواجہ حسن بصری کو اپنا نائب ٹھہرایا یہ دونوں معزز جانشینوں نے اپنے خلفاء کے ذکر کے طریقہ کی پوری پوری تقلید کی اور آخر وقت اپنا جانشین قائم کر کے چلے گئے علم باطن کی اشاعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہو نا اس حدیث سے بھی بالکل ثابت ہوتا ہے۔

إِنَّمَا سَدَّ يَنْتَاهُ الْعِلْمُ وَعَلَيْهِ بَابُهُ۔ اَلْمِنْ عِلْمُ كَا خُبْرٍ هُوَ اَوَّلُ اَوْسٍ كَا دَوَاوِزِهِ هُوَ۔
غرض اسی طرح علم باطن کے سلسلہ کو ترقی ہوئی اور وہ طریقہ پیرانہ طریقت سے اب تک برابر جاری اور قائم ہے۔ امام غزالی نے صوفیوں کے طریقہ ذکر کی وجہ اور تاریخ یوں بیان کی ہے کہ اسلاف امت صحابہ و تابعین

اور تبع تابعین یہ سب ہدایت کے طریقہ پر مضبوط تھے اور ان کا اصل کام خداوند کی عبادت اور انقطاع عن الدنیا تھا اور آپ کی طبیعت کا میلان صرف خدا ہی کے طرف تھا اور دنیا کے فانی کے بہت جلد مٹا دیوالے تھے۔ اور جہاد و جلال و منزلت سے بالکل متنفر مال اور جہاد کی پروا تھی نہ اعزاز و تقدار کی محبت بلکہ دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو کر خلوت میں خاص استغراق اور محویت کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے تھے اور قرن دوم میں خلق کی مخالفت و دنیا کی طرف مائل ہوئی اور اس وقت جو لوگ عبادت الہی میں مشغول رہے اور ان کا نام صوفیہ مقرر ہوا الحاصل تمام صوفیوں کے طریقہ ذکر علم احسان پر مبنی اور وابستہ زمین جن کی تعریف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ
كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ
فَأِنَّهُ يَرَاكَ

احسان یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے جیسے اس کو دیکھ رہا ہے اگر تو نہ دیکھ رہا ہو اس کو تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

پس استقراہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف لفظی تبدیلی پیدا ہوئی ہے قرن اول میں ان طریقوں کا نام علم احسان کے نام سے مشہور تھا اور قرن دوم میں بجائے احسان کے تصوف کے نام سے پکارا گیا ہے۔ پس کسکی

مرد مسلمان کا کام نہیں ہے کہ تصوف سے انکار کرے۔ بلکہ یہ وہ علم ہے جس کو نتیجہ اسلام اور شمرہ ایمان اور اصول عبادت کی روح کہہ سکتے ہیں سنت صحیحہ میں علم احسان کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور وہ اصطلاحاً صوفیہ میں تصوف اور سلوک علم باطن اور مکاشفہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے پہلے سب سے علم باطن کا سبق لیں جس کا پہلا رکن اعظم خود شناسی اور خدا شناسی ہے بغیر اسے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ
یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے تحقیق اپنے رب کو پہچانا۔

پہلے انسان اپنی حقیقت سے واقف ہو کر خدا کو سمجھے اور اس کی عبادت کرے تو عبادت بھی نہایت خوبیت کے ساتھ اور ہوتی ہے اور اوپر اسرار الہیہ کھل جاتے ہیں۔ جب کوئی خود کو نہ سمجھے وہ خدا کو کیا جانے گا
مَصْدَاقُ مَنْ عَجَّزَ مِنْ مَعْرِفَةِ نَفْسِهِ قَدْ عَجَّزَ مِنْ مَعْرِفَةِ غَيْرِهِ۔
یعنی جو شخص اپنی معرفت سے عاجز رہا وہ دوسرے کو کب پہچان سکتا ہے۔

کے شناسی خدائے راہرگز
عارف کرو گا رچون باشی

اے شدہ از شناس خود عاجز
چون تو در علم خود زبون باشی

سلوک

آئینہ دل چو شوصان پاک
نہ شہا بنی برون از آب خاک

تصوف اور سلوک ان دونوں کے نام الگ الگ ہیں لیکن درحقیقت ان دونوں کا جووا یک ہی ہے اور ان دونوں میں لعلق اور ارتباط ایسا جیسا کہ بدن کو جسم کے ساتھ ہے۔ روح بغیر آئینہ جسم کے جس طرح جلوہ نہیں ہوتی اسی طرح تصوف بھی بغیر سیکل سلوک کے تیز اور صاف نہیں ہو سکتا مثلاً سم کو اس امر کا بالکل یقین ہے کہ وہ یا سلائی میں آگ، پتہاں ہے لیکن جب تک کہ ہم اس کو کسی چیز پر نہ گہیدیں اس میں سے آگ روشن نہیں ہو سکتی اس لئے تصوف کے ساتھ سلوک کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ تصوف علم اور عمل ان دونوں سے مرکب ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ علم بغیر عمل کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور عمل بغیر علم کے ہاتھ نہیں آتا۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصوف علم ہے اور سلوک اس کا عمل ہے۔

ارباب باطن کے نزدیک سلوک کی غرض و غایت اور اک کا وہ حال ہے پیدا

کرتے پر مبنی ہے جس کے ادراک میں جو اس ظاہری عاجز و مجبور ہیں علماء اور حکماء کے نزدیک اور اک کا ذریعہ جو اس ظاہر ہے۔ لیکن اباب صوفیہ کے نزدیک جو اس ظاہری کے سوا اور اک کا اور بھی ایک ذریعہ ہے جو مجاہدہ ریاضت مراقبہ وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے جس کو علم لدنی کشف علم غیبی وغیرہ کہتے ہیں۔ سلوک کے لغوی اور اصطلاحی معنی راہ چلنا اور اصطلاحات صوفیہ میں طلب تقرر الی اللہ کے ہوتے ہیں۔ حضرات صوفیہ بارگاہِ صمدیت تک پہنچ جانے کے لئے جو طریقے اور مقامات قائم کئے ہیں ان طریقوں کے مجموعہ کا نام سلوک رکھا گیا ہے۔ علاوہ اُس کے اور بھی ایک وجہ قرین قیاس ہے کہ بارگاہِ صمدیت کے درمیانی مقامات اور طریقے غیبی فکر مشاہدہ مراقبہ معائنہ کا مسکاشغہ وغیرہ جو قائم کر دئے گئے ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون بنجاتے ہیں یعنی بارگاہِ صمدیت تک پہنچ جانے کے لئے ایک دوسرے کا رہبر بنکر رہبری کرتا ہے جس کو آج کل کے محاورہ میں تائید اور مدد کرنے کو سلوک سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ فلان نے فلان کے ساتھ اسی طرح مدد کیا اور فلان نے فلان کے ساتھ یوں سلوک فرمایا۔ اس بنا پر اباب صوفیہ نے کسب و ریاض کے طریقوں کا نام سلوک رکھ لیا ہے۔

اباب ظاہر کا یہ قول کس قدر تعجب انگیز لائق افسوس ہے کہ صرف

ملک کے لغوی معنی

ظاہر کا قول

احکام شرعی اور فرائض اہل اسلام کے لئے کافی ہیں علم تصوف اور سلوک وغیرہ جن کا وجود کتاب سنت سے ناہیث نہیں ہوتا۔ اوس کی پابندی مسلمانوں کے لئے غیر ضروری اور ناجائز ہے۔ لیکن اُن کا یہ خیال بالکل غلط اصول پر مبنی ہے۔ ظاہری عبادت اور تقویٰ طہارت کا نتیجہ بغیر خلوص اور صفائی باطن کے غیر ممکن ہے بھو اے لَا صَلَوةَ اِلَّا بِخُصْرِ الْقَلْبِ۔ شرعی تقویٰ اور طہارت اور عبادت سے صرف ظاہری عبادت اور جسم کی صفائی ہوتی ہے۔ لیکن تاوقتیکہ باطن کی صفائی نہ ہو اُئینہ ایمان میں نور کی ضیا پیدا نہیں ہو سکتی۔

ہزار سال عبادت کند نمازی نیست
کسی کہ عشق نباشد خدائی راضی نیست

ظاہری عبادت اور تقویٰ اور طہارت کے علاوہ باطن کی صفائی اور خلوص اہل اسلام کے لئے فرض عین ہے۔ کیونکہ بغیر صفائی قلب اور خلوص اور محویت کے ظاہری عبادت کا عمل بالکل بے اثر اور بے بنیاد ہے۔ اوس کی مثال یہ ہے کہ جسم بہنزل میان اور دل بہنزل تلوار ہے۔ میان کو ہزار بھی صاف کریں تو اندر کی تلوار صاف ہونا ممکن نہیں جب تک کہ میان ہی

اوس کو الگ کر کے سیتل پر نہ لگائیں میان کی صفائی میدان جنگ میں کام نہیں آتی جب تک کہ تلوار صاف ہو کر کام نہ کر س اسی طرح جسم اور دل کی حالت ہے۔ جب تک کہ انساں جسم کی صفائی کے علاوہ قلب کو سیتل سلوک سے صاف اور آئینہ نگر می ظاہری عبادت اور تقویٰ اور طہارت کے مقبولیت کا فزا دس میں پیدا نہیں ہو سکتا

سعدی حجاب نیست کہ آئینہ پاک دار
زنگار خودہ کے بہناید جہاں دوست

اصول تصوف عبادت الہی کی جان ہے اور سلوک آئینہ دل کا مصقلہ انسان اصول تصوف جو عین اصول عبادت ہے اوس سے واقف نہ ہو تو اوس کی ظاہری عبادت بہ ظاہر او ہوتی ہے لیکن اوس کا نتیجہ جو اصول عبادت کا ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک آئینہ دل کثرت ذکر سے صاف اور پاک نہ ہو اوس میں القاء الہی کا ظہور ہو نہیں سکتا حضرات صوفیہ کے نزدیک شغل اور ذکر اور مشاہدہ اور مراقبہ کے مجموعہ کا کام سلوک ہے انسان جس قدر منزل سلوک کو طے کرے اوس قدر اوس کے مراتب بلند اوس کا آئینہ دل پاک و صاف ہو کر اوس میں ظہور

انوار الہی کی رونمائی ہوتی ہے۔ صرف ظاہری احکام شرعی اور فرائض کو عبادت کی انتہا سمجھنا یا عبادت الہی کو دائرہ حدین محدود کرنا ہے اور انسان عبادت الہی جس قدر کریں تقویٰ ہی ہے اور اس کے ور یا کے عبادت و حقائق بے پایاں ہے وہ کسی دائرہ حدین محدود نہیں۔ انسان اس کی عبادت میں قاصر اور عاجز ہے۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔

مَا عَبْدًا نَالَ حَقَّ عِبَادَتِكَ مَا عَرَفَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ
انسان کا صرف ظاہر عبادت پر اکتفا کرنا اور باطن کی صفائی کو بے طرف متوجہ نہ ہونا یہ ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ انسان کو چاہیے جس قدر ہو سکے اس کے حقائق کے سمجھنے کی کوشش کرے اور ذکر اور عبادت میں مصروف اور مستغرق رہے۔ چنانچہ خدا کے پاک لے اپنی کلام میں فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ
ذِكْرًا كَثِيرًا
اِذْكُرُوا لِي وَأَشْكُرْ لِي
وَلَا تَكْفُرُونِ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو تم مجھ کو کثرت سے۔
یاد کرو تم مجھ کو۔ اور میں یاد کرتا ہوں تم کو۔ اور تم کو میرا شکر ادا کرو۔ اور تم میرا کفران لغت مت ہو۔

پس ان آیات سے ثابت ہے کہ انسان جس قدر ذکر الہی کرے کم ہو

اور صوفیہ کے سلوک اور اصول تصوف کی بھی غرض و غایت ظاہری عبادت کے علاوہ باطن کی صفائی اور خلوص اور عشق محبت پر مبنی ہے پس اس صورت میں ہر مومن و مسلمان پر لازم ہے کہ علم تصوف سے باخبر ہو کر اوس کے ہج کمال پر پہنچنے کے جو طریقہ تجویز ہوئے ہیں اوس کا زور بنا لیں یعنی سلوک کے ذریعہ سے اوس کے کمال پر پہنچیں۔

در اثبات محبت مقبولانِ خدا و ربط قلب شیخ

لسبب شیخ

محبت کے رو در استخوان تو تیا کردو کہ از سائیدن صندل کجا نقصان نوبو را

مقبولانِ خدا و واصلانِ حق کی محبت اور توجہ اور ان کے فیض و برکت کا سلسلہ خدا کی معرفت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی حقیقت پر منہی ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی صحبت اور ان کے تصور و توجہ کے اثر اور ان کے صفات اور اخلاق حمیدہ کے پر تو سے طالبانِ حق کے قلوب سنور ہو جاتے ہیں کیونکہ روح انسان کا خاصہ ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہو اسی طرف توجہ تام ہوتی ہے اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتی ہے خواہ ادنیٰ کے طرف ہو یا اعلیٰ کے طرف اوس کے اثر کو قبول کر لیتی ہے اور ادنیٰ

اور اعلیٰ کے آٹا، اس میں آجاتے ہیں اور ایسے آجاتے ہیں کہ گویا وہی ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے براور تو ہمیں اندیشہ گر گل است اندیشہ تو گلشنی	باقی تو استخوان وریشہ ور بود خارے تو ہمہ گلشنی
--	---

ارباب صوفیہ کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جن افراد کے اجسام خاصاً خدا کے عشق اور محبت اور تصور میں جس قدر مٹ کر فنا ہو جاتے ہیں اوسی قدر اون کے مراتب بلند اور اون کا مقام عالم ملکوت بن جاتا ہے اوس کی حقیقت یہ ہے کہ توحید کے مراتب تین ہیں یعنی احدیت و وحدت و حدیث۔ احدیت مرتبہ وحدت توحید باری کا تیسرا مرتبہ ہے اس میں صفات الہی جو مرتبہ وحدت میں مجملہ جیسے درخت کے تخم میں برگ اور شاخ و ثمر کی طرح مضمحل ہیں اوسی طرح اس مرتبہ میں تفصیل کے ساتھ ظہور میں آگے جبکہ منزل ناسوت کہتے ہیں اوس کا تعلق وجود عنصری سے وابستہ ہے اور اوس پر حکومت نفس امارہ کی ہے اس لئے ارباب صوفیہ نے اوس کے شور و غر و فتنہ و فساد اور وجود عنصری کی کثافت سے دور ہو کر عالم ملکوت حاصل کرنے کے طریقہ کا نام فنا فی الشیخ رکھا ہے

تا بہ چاروبالانہ رو بہ راہ	کے دو دور سرائے الہ اللہ
----------------------------	--------------------------

اور علم سلوک میں ربط قلب شیخ ایک رکن اعظم قرار دیا گیا ہے۔ جس کی بنا پر شخص کیسے فی قلب اور عالم ملکوت سے ارتباط اور ارتقاء پیدا کر لے پر مبنی۔ سبب اور حقائق صوفیہ نے شیخ کی محبت اور عظمت اور ہیبت کو حفظ اپنے نفسانی کے پر نور وارون سے بچنے کے لئے اپنا سمیٹہ سپر نیا ہے۔

تصویر لا بصورت مقایض ہر چیست	یعنی برائے قطع تعلق دماسوائے
------------------------------	------------------------------

نعلہ کا اعتراض

لیکن اگر باب ظاہر بالخصوص وہ فرقہ جو غیر مقلد کے نام سے ملقب اور مشہور ہے اس کو علم باطن اور شغل تصور شیخ سے سخت مخالفت ہے بلکہ اس کے شاغلوں کو زمرہ مشرکین میں اس بنا پر شمار کرتے ہیں کہ وہ بجائے حق سبحانہ تعالیٰ کے تصور شیخ کو پیش نظر رکھ کر الہی کرتے ہیں اور اس کو اپنا حاجت روا و کار ساز سمجھ لیتے ہیں۔ کیا ہر دان خیر حق کو قرآن مجید اور احادیث نبوی سے رہنمائی نہیں ہو سکتی جو ایک بندہ خدا کو راہ الی اللہ میں اپنا راہبر اور مقتدی بنا لیتے ہیں اور اس کے

تقسیم کو خطرات آسمانی سے دور ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جسکی اصل
ایک غلیظ پانی اور جس کا وجود لحم اور پٹے سے مترتب ہے۔ پس خدا
کے عشق و محبت میں کسی کے تصور اور ذریعہ کی ضرورت نہیں اور خدا کی
عبادت اور محبت کسی کی اعانت اور امداد کی محتاج نہیں صرف خدا ہی کی
عبادت کرے اور اوس سے ہی مدد مانگے بھجواسے۔ **وَاَيُّكَ لَتَعْبُدَ**
وَاَيُّكَ لَتَسْتَعِينَ۔ جو لوگ خدا کے عشق و محبت میں کسی بندہ خدا کو
وسیلہ گردان کر اوس کا تصور دل میں جاتے ہیں اون کا دامن اسلام
و اغ شرک سے پاک نہیں ہو سکتا۔ و حقیقت کوئی شخص صورت شیخ کو
بائے حق سمجھ کر تصور کرے اور اوس کو اپنا حاجت روا سمجھے تو بیشک
وہ شرک کے الزام سے بچ نہیں سکتا کیونکہ افراط و تفریط ہر امر میں سخت
معیوب ہے ایسی افراط بھی اچھی نہیں کہ جس میں صورت پرستی کی نوبت
پھونچنے اور شرع محمدی کی مخالفت ہو۔ ار باب ظاہر جو تصور شیخ کو
صورت پرستی پر محمول کرتے ہیں اور صورت شیخ کو ذات حدیث سمجھنے کا
حوالہ الزام حضرات صوفیہ پر لگاتے ہیں اس سے اون کی سوافہمی کا اندازہ
ہو سکتا ہے۔ ار باب صوفیہ صورت شیخ کو نہ خدا سمجھتے ہیں نہ اپنا کار ساز
اون کی غرض و غایت اس سے بالکل جدا گانہ اور پاک و صاف ہے
وہ یہ ہے کہ جن بزرگوں کے دل ماسوائے اللہ سے منزہ اور لطافت

روحانی سے صورت میں اون کی صورت کا تصور اور اون کے قلب سے
 ربط قلب اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کوئی وقت خطرات نفسانی سے
 انسان کا دل خالی نہیں رہتا۔ دوش بدوش گھوڑ دوڑ کی طرح مہمان
 رہتے ہیں یک لمحہ ٹپکنے نہیں پاتا کہ دوسرا نمود ہو کر اپنی اونگین تبدیل ہے
 اس لئے ایسے نظرات کو ان تصورات کے خنجر سے پامال کر دیتے ہیں۔
 تاکہ قلب ماسوائے اللہ سے خالی ہو جائے اور قلب کو یکسوئی حاصل
 ہو کر اس میں تجلیات روحانی پیدا ہو جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ
 خدا کی عزت و عظمت اور خدا کی یکتائی اور اس کی اعانت سب پر مقدم
 اور موثر ہے لیکن صفات کمالہ کی غزو عظمت جس کا مشاہدہ وارہ نظر
 سے باہر نہیں ہے اس کے اثر سے انسان کا دل جلد متاثر ہو جاتا ہے۔
 اور اس کے علاوہ تصور شیخ مراد ہیم کشیف جو علم اور پوست سے مرکب ہے
 وہ نہیں ہے بلکہ قلب شیخ جو مبدیہ فیض و مظہر اتوازاہی ہے اسی کو
 تصور شیخ یا انگہ ربط قلب شیخ کہتے ہیں۔ چونکہ ذات باری ہر جہ و نشی
 بسرہ و منزہ و بیچون و بیچگون ہے اور جب ذات باری حواس ظاہری
 کے دسترس سے باہر ہے تو ہمیں نہیں کہ ان انگہ جون سے اس کے
 جلوہ جمال کو دیکھ سکے اس کے مشاہدہ کے لئے کوئی طریقہ یا کوئی آلہ
 ضرور چاہئے۔ اگر راہ الی اللہ میں ذریعہ اور وسیلہ کی جب ضرورت نہ تھی تو

تغیر انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسلام کی تعلیم کو انسان کا عنصر
خمیر بنا دے پر کیا خدائے پاک کی قدرت عاجز تھی جو پیغمبروں کی ذریعہ
اسلام سیکھے اور اس نے دعوت وحی ہے اور بلا تو سدا انبیاء علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو راست وحی پہنچ جائے گا انتظام ہونا کیا خدا کی حکمت کا ملہ
سے بے بید تھا جو جبریل علیہ السلام کا واسطہ وحی ہونا وغیرہ ان تمام اسباب
کی کیا ضرورت تھی۔ صوفیہ کرام تصور شیخ اور محبت مقبولان خدا کے اثبات
میں جس نصوص و آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کرتے

ببین وہ یبہن۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَأَتُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
وَأَصْبِرْ لِمَا مَعَ الَّذِينَ
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَلَاةِ وَالصُّتْرِ
وَحِمْلِهِ لَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ۔
یعنی اے لوگ جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ
سے اور وہونڈو اور اس کے وسیلہ۔
غلبہ کر اپنے نفس کو اون کے ساتھ کہ اپنے
رب کو رات دن یاد کرتے ہیں اخلاص سے
اور مت پہیرائی آنکھ کو اون سے۔

احادیث نبوی

مَنْ الَّذِينَ إِذَا أَمَرْتُ ذَكَرُوا اللَّهَ أَنَّ اللَّهَ لَنُظَرَ
إِلَى وَجْهِهِمْ عِبَادَةً۔
وہ لوگ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آئے اور حق
نظر ہو کہ ان کو ان کے چہرہ پر رومی عبادت ہے۔

ان آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے لئے تو حضرات صوفیہ کے ثبوت
تصور شیخ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ اسی بنا پر صوفیہ کرام کے نزدیک
یکسو قلب اور عالم ملکوت سے اتصال حاصل کرنے کے لئے تصور
شیخ اور محبت صوفیان باصفا سے بہتر اور بڑھ کر کیا شغل ہو سکتا ہے۔
مولانا عبدالحق صاحب دہلوی نے مشکوٰۃ کی شرح باب الحفظ والغبت
میں اس حدیث کی تفسیر لکھ کر فرمائی ہے۔

خَيْرُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا
ذَكَرُوا اللَّهَ - { دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب بھی ربط قلب کے نسبت فرماتے ہیں۔
اونکی عربی عبارت کلمہ جدید ہے کہ میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے
کثیرہ ہیں کوئی زاہد ذکی ہو یا غیبی گمروہ او اس کے مقابل ظاہر
ہو کر معبود ہو گیا۔ اشیاء علیٰ الغوش کا بھی یہی مفہوم ہے حالانکہ خدا کے لئے
کوئی خاص مقام عین نہیں۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ
نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو اپنے منہ کے سامنے نہ تھو تو ہو نہ کہ
اللہ تعالیٰ او اس کے اور او اس کے قبلہ کے درمیان میں ہے۔ انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں حبشہ سے پرچھا کہ اللہ کہاں ہے
خود کو مذہبی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر حضرت سے تعارض سے

پوچھا کہ میں کون ہوں تو اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا مرا وہ اس کی پر ہے کہ تمھیں خدا نے بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ یہ ایماندار ہے تو اسے سالک تجھ پر کچھ مضائقہ نہیں اس میں کہ تو متوجہ ہو مگر اللہ ہی کی طرف اپنا دل نہ لگائے تو اس کی عرش کی طرف متوجہ ہو کر اس نور کا تصور کرے جس کو اللہ تعالیٰ عرش پر رکھا ہے اور وہ نہایت روشن چاند کی طرح ہے یا قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے چاہر رسول مقبول صلعم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ربط قلب شیخ اس حدیث کا گو یا مرقعہ ہے ان احادیث سے ثابت ہے کہ جن لوگوں کو دنیا سے ولستگی نہیں ہے اور شب و روز ذکر الہی میں غرق رہتے ہیں ان کے طرف متوجہ ہونا گویا دنیا سے لے تعلق ہو جانا ہے اور ان کے تصور اور محبت خدا کی یاد میں مصروف ہونے پر توجہ لاتی ہے طالبان حق کے لئے صوفیان با صفا کی توجہ اور محبت اکثیر اعظم کا اثر کہتی ہے۔

۱۱۱ اصل اولاً یعنی قبل از حج

حاک شو تا گل بویر رنگ برنگ
آزہ و نر ایک زمانے حاک باس
چون صا حدل سی گو ہر شوی
بہتر از صد سال رہے ریا

در بہاران کے شو و سر بہ رنگ
چند سالے سنگ بو و دل حراش
گر تو سنگ خانہ و مرمر بدی
ایک زمان صحبت با اولیا

غرض اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ کوئی کام خواہ دینی ہو یا دنیوی بغیر ذریعہ
 اور وسیلہ کے انجام نہیں پاتا۔ مثلاً آفتاب اگرچہ عالم اجسام سے ہے
 اور جو اس ظاہری سے اوس کا اور اک بدہمتا ہو سکتا ہے لیکن اوسکی
 تمازت اور گرمی کی شدت اس قدر ہے کہ انسان کی نگہ اوس پر ٹھہر
 نہیں سکتی اور آنکھیں اوس کی شعاعیں سے خیرہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن
 اوس کو پانی میں دیکھا جائے تو اوس پر آنکھ اچھی طرح جم سکتی ہے
 اور وہ صاف نظر آ جاتا ہے۔ پانی گویا اوس کے مشاہدہ کا آئینہ اور آلہ
 شہیر اس بنا پر حضرت صوفیہ قصد شیخ کو آسان تھا بقی کا آفتاب اور
 جمال محمدی کا آئینہ اور منزل روح کا رہبر اور بارگاہ صمدیت کا زمینہ اور
 مکان لامکان کا دور میں سمجھتے ہیں جو شخص فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے تو اوسکا
 وجود اور اوس کے افعال اور حرکات شیخ کے وجود اور افعال و حرکات
 سے متماثل ہو جاتے ہیں بلکہ سراسر معجزہ شیخ بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ
 دیکھتا ہے تو شیخ کی آنکھ سے اور سنتا ہے تو شیخ کے کان سے اور
 کہتا ہے تو شیخ کی زبان سے۔ مرتبہ فنا فی الشیخ کا انتہائی درجہ کسی کیفیت کا
 نام ہے۔ اور یہی کیفیت کا سلسلہ عالم روحانیت سے مل جاتا ہے
 اور تصور شیخ سالکان سلوک کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے سالکان کو کون
 سے مرتبہ فنا فی الشیخ حاصل کرنے کے لئے مختلف طریقے اور مختلف

اذاکار جیسے نفی اور اثبات وغیرہ وغیرہ بیان فرمایا ہے ان کا حاصل کرنا فیض صحبت شیخ پر منحصر ہے منجملہ ان کے ایک طریقہ جو پیشوایان طریقت ابتداء طالبان حق کو ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے آنگہ اور نہ ہند کر کہ تصوہ شیخ کو پیش نظر رکھے اور زبان سے اسم ذات اللہ کہتے رہے اور ربط قلب کے ساتھ اس کا ذکر کا مشق اس قدر کرے کہ جس سے کثافت جسمانی دور ہو کر لطافت حاصل ہو جائے اور زبان سے خود بخود اللہ اللہ کی صدا مکلے جب طالب حق کو اس شغل میں انہماک ہو جاتا ہے تو اس کا دل صاف و کدورت سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس پر گونا گون تجلیات برق خالیف کی طرح چمکتی ہیں جس کو ارباب صوفیہ تجلیات عالم ملکوت سے تعبیر کرتے ہیں اور اوس سے اتصال پیدا کر کے اوس میں غرق ہو جانا نام فنا فی الرسول رکھا ہے

آج کل نوجوانان اسلام کے سفایہ نہایت خطرناک اور قابل اصلاح ہیں جنکو انگیزی تعلیم اور دہریہ لوگوں کی صحبت نے شریعت و علم معرفت سے نابلد کر دیا ہے بلکہ ان کے دلوں پر فلاسفہ اور سائنٹیفک لوگوں کے خیالات کا اثر ایسا پڑا ہے کہ تصوف اور سلوک کے عظیم الشان مقامات جیسے عالم ملکوت ہلکے اور مشاہدہ مقام فنا اور بقا کی کیفیت سننے میں تو ہنستے ہیں۔ تَعُوذُ بِاللّٰهِ وَنَحْنُ اِذَا اُكْرِمَ اَنْ كُنْ اَوْ اُكْرِمَ اَنْ كُنْ اَوْ اُكْرِمَ اَنْ كُنْ اَوْ اُكْرِمَ اَنْ كُنْ

تو تصوف اور سلوک کے عظیم الشان مقامات سایہ کی طرح ڈھل جاسکتے
 کا سخت اندیشہ ہے سلوک میں سب سے اول جو شغل فنا فی اللہ ہے
 اوس کا اثبات ہیں اونھیں کے الفاظ اور اونھیں کے طرز بیان میں جبریت
 اون کو دلچسپی ہے لکھے جاتے ہیں تاکہ شغل تصور شیخ کی تفہیم اچھی طرح
 ہو کر سلوک کے مراتب طے کرنے کا اونھیں بھی شوق ہو بقول مولانا رام

اگر چہ عقلش ہندسہ گیتی کشد
 اگر الف چرخے نراند گوید او

بہر مفضل تو پرتی قی کشد
 کم نگر دو فصل او ستاد از علو

جاننا چاہیے کہ ارباب نظر کی صحبت اور نظر بہنزل مقناطیس اور کبریت
 اجڑ کے ہے اور ارباب ظاہر کا وجود بہنزل سبک اور مس خمام کے ہے
 جس طرح مقناطیس سنگ و مس کو اپنے طرف کینچ لیتا ہے اسی طرح
 ارباب نظر کی توجہ انسان کے دل کو کینچ لیتی ہے اور اون کے صحبت کا
 اثر ایسا پڑتا ہے کہ اون کے نور باطن سے دل کنبدن کی طرح چمکنے
 لگتا ہے۔ یعنی اون کے نور باطن سے کثافت جہانی دور ہو کر لطافت
 حاصل ہوتی ہے اور جس نے اون پر اپنی نظر جاتا ہے وہ اپنی ہستی میں
 نابود کر دیتا ہے یعنی اون کے نور نظر سے اوس کے حواس معطل ہو جاتے ہیں۔

اور وہ اون کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے۔

آنا کہ خاک را بنظر کمیا کنند

آیا بود کہ گوشه چشم بها کنند

اون لوگوں کے حالات اور اقوال کو ذرا گوش دل منٹے جنہوں نے ذکر خدا اور مشاہدہ انوار الہی میں اپنی ہستی کو بھولا دیا ہے اون کے مطالب اور اون کے کئے کو ذہن نشین کر لین تو یہ صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اون کی صحبت اور اون کے تصور میں اثر کس درجہ کا ہوتا ہے۔

اولیا را هست قدرت ازالہ

تیر حستہ بازگرواند زراہ

وہ یہ ہے کہ ایک فقیر حضرت خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مجالس میں بیٹھ کر آپ کے روئے مبارک کو بہت دیکھا کرتا تھا۔ اپنے ایک روز اوس کے طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کو بہت دیکھتا تھا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہماری صورت بہت ندیکھا کرو

لہ رشحات۔

ایسا ہو کہ پھر تم اپنے دل کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھو پھر خواجہ اصرار نے یہ مسرع پڑھا۔ ع و ی۔ شود ہر کہ بہ بیند رخ ما۔

بعد اوس کے فرمایا کہ مرید کو چاہئے کہ اپنے پیر کے دونوں ابرو کے درمیان نظر جمائے اور ٹنگلی باندھتے رہے اس سے حجاب درمیانی اٹھ جاتا ہے اور احوال مواجید معایت مشاہدہ ہوتے ہیں۔

اور حضرت خواجہ محمد یارس قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اور حق کے درمیان حجاب بھی امتقاش صورت کو نیہ ہیں جو اوس کے دل میں ہیں اور اور یہ امتقاش پر اگندہ صحیحیون اور سیرون کے سبب سے اور گونا گون الوان و اشکال کے دیکھنے کی وجہ سے زیادہ ہوتے ہیں اور دل میں گھر کر لیتے ہیں۔ ان کو منت اور منت کر کے جس طرح ہونفی کرنا اور مٹانا چاہئے علاوہ اس کے اس بات سے بھی مطلع ہونا چاہئے کہ کتاب و کلام مطالعہ اور بات چیت رسمی اور دیگر باتوں کا کہنا اور سننا اور نفقہ کشی کو پڑھانا ہے اور جملہ صورتوں کا مشاہدہ اور طرب انگیز نغموں اور سازوں کا استماع اور نفقہ کشی کو حرکت اور تموج میں لاتا ہے اور یہ سب بعد اور غفلت کے مواجبات ہیں طالب کو اون کی نفی کرنی واجب ہے۔ پس چاہئے کہ ان اشتغال سے اجتناب کرے اور صاف دل سے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں۔

سعدی حجاب نیست کہ آئینہ پاک وار | رنگار خور وہ کے بناید جمال دوست

فنائی

حقیقت فنا فی الرسول

بلغ العلیٰ بکار کشف الدیجی بحالہ | حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ وآلہ

یہ مرتبہ نوزائی اور مطلع تجلیات رحمانی ذات احدیت کے عروج کا دوسرا
 دروازہ ہے جس کو وحدت کہتے ہیں۔ اور سالکان سلوک نے اس
 مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے شغل فنا فی الرسول فایم کیا ہے۔ اور اوس
 کی غرض غایت عالم الرواح اور عالم مثال کے مشاہدہ اور معائنہ پر مبنی ہے
 جس کو منزل حیرت کہتے ہیں۔ پس جو شخص فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے اس کے
 افعال و حرکات شیخ کے افعال و حرکات سے ماثل ہو جاتے ہیں اور وہ باعتبار اتصال و حرکات
 کے عجب شمع ہی بن جاتا ہے اور اوس کا وجود عنصری پاک و صاف ہو جانے
 کے علاوہ تقویٰ و عبادت و طہارت و شریعت کا ملہ پر قائم ہو جاتا ہے
 جو غایت شریعت ہے جس کا انتشار محض عبودیت اور منزل لاسوت
 کی مزاحمت سے بری ہونے پر مبنی ہے اور ذکر الہی سے ناسوت کے
 رنگ و لائیش سے پاک و صاف ہو کر اوس کا دل آئینہ معرفت بن جاتا ہے
 جس میں انوار نبوت کے تجلیات نمایان ہو جاتے ہیں۔

آئینہ کز رنگ والایش جداست ہر شعاع نور خورشید خداست

جس کو ارباب صوفیہ حقیقت محمدی اور تعین اول کہتے ہیں اور پہلی مرتبہ سب سے اول ذات احدیت کا باعث ظہور ہوا بھو اے۔ اَوَّل مَا خَلَقَ اللّٰهُ تُوْثَرِی۔ اور اسی آئینہ وحدت میں اسماء اور صفات الہی بالتفصیل ظہور پائے جس کو عیان ثانیہ کہتے ہیں۔ اَنَا مِنْ تُوْثَرِ اللّٰهِ کُلُّ شَیْءٍ مِنْ تُوْثَرِی۔ اور اسی بحر و ت میں صدق و صفا و صبر و رضا جو دو نسخا تسلیم و عطا کی نہرین موج زن ہیں اور جو شخص فنا فی الرسول ہو جاتا ہے اوس کا جو دوسرا سر نور لطیف اور اوس کا نفس منور مطمئن ہو جاتا ہے اور اوس میں اور صاف روحانی پیدا ہو جاتے ہیں جس کی خبر خدا نے اپنے کلام مجید میں دی ہے یَا اَیُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِمْلِیْ جِی جب اوس کا ظہور ہوتا ہے تو اوس کو عالم مثال کہتے ہیں اور عالم مثال جیسے مراویہ ہے کہ ہر چیز کی صورت اور مثال ظاہر ہوتی ہے اور وہ صورت مثال بہ نسبت اجسام ظاہری کے نہایت لطیف اور پاک ہے۔ اور عالم اجسام عالم مثال کا نمونہ اور منظر ہے۔ عالم اجسام کی عمارت کا سنگ بنیاد بھی یہی ہے اور جب وہ چاہیں ہر جسم متجسد اور ہر شکل سے متمثل ہو کر ہر جگہ اور ہر مقام کا سیر کرتا ہے۔

اور توشیحہ مذکور کہ اوسے آئینہ نور محمدی کا مظہر ہے جس سے حقایق اشیاء اور
خیر و شر کا اور اک ہوتا ہے جس کو وحی الہام خرقہ عادت اور کشف و کرمیت
کہتے ہیں۔ اور اوس قوت کے مدارج متفاوت ہیں۔ جس کی قوت کمال
درجہ پر ہوتی ہے اوس کو بہی اور بغیر کہتے ہیں اور جس کی قوت متوسط
درجہ پر ہو اوس کو ولی اور قطب کہتے ہیں اور جو شخص اس قوت سے
محروم ہے اوس کو امی اور جاہل کہتے ہیں۔ ارباب ظاہر اوس قوت
نورانی سے ہی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اوس کے مدارج کمالات کو
تتبع و تسبیح کرتے ہیں اور اوس کے کاملین کو دائرہ اسلام سے خارج
کر کے زمرہ مشرکین میں شامل کرتے ہیں۔

ارباب

ارباب

ارباب ظاہر نے ارباب صوفیہ پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ اونھوں نے عالم
روحانیت کی حقیقت جسکی تحقیق ان کے دائرہ عقل سے باہر اور جس کا
مشاہدہ ان کے احاطہ بصیرت سے خارج ہے اوس سے اپنی علانیہ
لاعلمی ظاہر کی ہے اور ارباب صوفیہ کے علم و فضل کے آب و تاب کے
آئینہ کو اپنے منطقی و لائل سے پور چور کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ
بات تعجب انگیز ہے کمالات قوت نورانی جس کو عالم مثال کہتے ہیں
اور اوس کا مشاہدہ ہر شخص کو ہوتا ہے اور اوس کے اثر سے ہر شخص

اپنے وجود عنصری سے الگ ہو کر جسم لطیف کے ساتھ سیر و سفر کرتا ہے جس کو عالم رویا کہتے ہیں۔ باوجودیکہ ارباب ظاہر عالم رویا سے ماہر ہونے پر بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرات صوفیہ کے دامن کمالات پر تناسخ کا داغ کس بنا پر لگاتے ہیں اور اپنے دامن کو اس سے مبرا کس رو سے سمجھتے ہیں۔ اگر ارباب ظاہر نے عالم مثال کو تناسخ سمجھ لیا ہے تو اون کی کم فہمی کے ثبوت میں اس سے بہتر اور بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ مسئلہ تناسخ کو عالم مثال سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ان دونوں کے عقائد اور اصول میں زمین اور آسمان کا فاصلہ مسئلہ تناسخ جو اہل ہنود کا عقیدہ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان مرجانے کے بعد دوسرے کسی ایک جسم سے مجسم ہو کر پھر عالم اجسام میں آتا ہے اور جنم اول کی طرح اپنی گند اور بسر کرتا ہے اور اس کا تسلسل تا وقتیکہ یہ جسم اپنی غایت کو نہ سمجھنے پر ابرجاری رہتا ہے۔ عالم مثال کی حقیقت یہ ہے کہ عالم مثال جس کو کہتے ہیں اس کا مقام عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان ہے جو روح انسانی بجزلی رحمانی کا حقیقی پرتو ہے اور جس کی بدولت انسان کی زندگی ہے اور جس کی قوت سے جسم و اعضاء میں حس و حرکت پیدا ہوتی ہے اور جب وہ روح مثال کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو وہ مثالی صورت عالم مثال میں پھرتی ہے۔ اور جب

اوس کی توجہ بالکل عالم مثال کی طرف ہو کہ جسم عنصری سے قیام تعلق ہو جاتا ہے تو اوس کی موت کہتے ہیں بلکہ امام محمد غزالیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب اور امام فخر الدین رازی وغیرہ نے صورت مثالیہ کو عذاب و ثواب شرعیہ کا مستحق ٹھہرایا ہے و حقیقت وجہ و عنصری اور حواس خمسہ وغیرہ مرتبہ وحدت یعنی نور نبوت کے حجابات عارضی ہیں اور وہ اس قدر حایل ہوئے ہیں کہ انسان حقایق اشیا کے اور اک سے عاجز اور عالم بالا کے سیر و سفر سے معذور ہے۔ اس لئے ارباب صوفیہ اپنے نہد و رع سے ان حجابات کو جس کی کثافت نے نور نبوت کو رنگ آلودہ کر دیا ہے اوس کو دور کرتے ہیں اور اوس نور نبوت میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ گویا نور محسوس ہی بخانی میں اور چشم ذوق میں آسمان مہتمم کی سیر کرتے ہیں جس کو تجد و مثال کہتے ہیں اور عالم بالا کے اسرار و عجائبات اون کے آئینہ دل میں جوہر و منکشف ہوتے ہیں جس کو مشاہدہ اور معائنہ کہتے ہیں۔

گہ بر پست پاسے خود نہ بینم

گہ بر طارم اعلیٰ الشینم

پس اس سے معلوم ہوا کہ عالم مثال کا مشاہدہ ان دونوں حضرات کو بھی حاصل ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ ارباب ظاہر پر اس کا اثر صرف عالم رویا

میں محسوس ہوتا ہے اور ارباب باطن پر پیداری میں بھی اس صورت میں
 کسی گروہ اور کسی فرقہ کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا بلکہ جدید تحقیقات کی
 روش سے بھی تجدید و مثال اس طرح ثابت ہو چکا ہے کہ جسم کے اجزاء جلد
 نفا ہو جاتے ہیں اور اون کی جگہ نئے اجزاء بنتے جاتے ہیں یہاں تک کہ
 ایک مدت کے بعد ان کے جسم میں سابق کا ایک ذرہ باقی نہیں رہتا بلکہ
 بالکل ایک نیا جسم بن جاتا ہے۔ جبکہ پرانے اجزاء کی جگہ دوسرے نئے اجزاء
 خود بخود قائم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جسم کا فنا ہونا محسوس نہیں ہوتا مولانا
 روم نے اس مسئلہ کی نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے مولانا
 سحر العلوم اون کے اشعار کی شرح میں لکھتے ہیں۔

بیان است مر مسئلہ تجدید و مثال را و آن این است کہ صور ہمہ کائنات
 در ہر متبدل می شود کہ در ہر آن صورتی معدوم می شود و صورت آخری
 و آن موجود می شود با وحدت و آمین نیست کہ ایک صورت باقی باشد
 و روان لیکن چونکہ صورت ذائقہ شبہ صورت حادثہ است حسن این
 متبدل را نمی باید و گمان بروہ می شود کہ همان صورت مستمر است
 ایسے کالمیں بھی بہت گزرے ہیں جو عالم روحانیات سے صورت جسمانیات
 میں ظاہر ہوئے ہیں اس لئے اون کا احوال مختصر لکھا جاتا ہے تاکہ طایبان حق کو

صفحہ سولہ عمری مولانا روم مصنف شبلی نعمانی۔

اس امر کا حق یقین ہو جائے وہ یہ ہیں۔

حضرت خواجہ عزیزان علی راسنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روز تیرہ جگہ دعوت ہوئی آپ ان واحد میں سب جگہ دعوت میں موجود تھے ایک جگہ آب کا جسم عنصری تھا بانی جگہ صورت مثالی روحی تھی۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ مفرح رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے عرفہ کے دن عرفات میں دیکھا تھا اور پھر حج سے واپس آکر ایک دوسرے شخص سے اس نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت شیخ مفرح کو عرفہ کے دن عرفات میں دیکھا تھا اس نے کہا کہ میں نے عرفہ کے دن اون کو یہاں گھر پر صبح سے شام تک دیکھا تھا دو وزن لئے قسم کھائی کہ جو ہم میں جھوٹا ہو اس کی جوڑو اس پر طلاق ہوگی۔ آخر وہ دو وزن ملکر اس بات پر جھگڑتے ہوئے حضرت مفرح رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا اپنا حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تم دو وزن سچے ہو کسی کی جوڑو پر کسی کی طلاق نہیں ہوئی۔ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ حال سن کر بڑا تعجب ہوا کہ دو وزن سچے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ میں نے حضرت شیخ مفرح علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت ان دو وزن میں ایک سچا تھا اور دوسرا ضرور جھوٹا پھر کیسے کسی کی جوڑو پر طلاق تہنہ آیا۔ وہاں ایک جماعت علماء حاضر تھی آپ نے

بلکہ کرامت اویا۔ ۵۵ نفحات الانس۔ ۱

اون کے طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس کا جواب وہ کسی نے اس کا
 جواب کافی اور شافی نہیں دیا۔ اسی اثنا میں جواب اس کا مجھ پر ظاہر ہوا
 شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم ہی جواب دینا
 میں نے کہا کہ جب ولی درجہ ولایت کا پاتا ہے اور ایسی قوت اس کو
 عطا کیجاتی ہے کہ وہ اپنی روح کو کسی صورت میں منتقل کر سکے تو ہر وقت
 کہ کسی نے حضرت شیخ کی کوئی صورت اون صورتوں میں سے عرقات
 میں دیکھی ہو اور گھر پر دیکھنے والے نے بھی اون میں سے کوئی صورت
 دیکھی ہو دونوں دیکھنے میں سچے ہوں اس لئے کہ کسی کی جو رو پر طلاق
 نہ آیا ہو۔ شیخ مفرح رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا کہ جواب صحیح ہے جو
 تم نے دیا اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے
 اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ میں طائفہ اولیاء اللہ میں سے بعضوں کو
 دیکھا ہے جن کی صورت روحانی صورت جسمانی پر تجسد اور تمثیل تھی او
 وہ اسی صورت متجسد سے مصروف بکار رہتے تھے لوگ یہ سمجھتے تھے
 کہ یہ اون کی صورت جسمانی ہے اور اس کو وہ کہہ کر کہتے تھے کہ ہم نے
 فلان صاحب کو دیکھا حالانکہ وہ اون کی صورت جسمانی نہیں تھی حضرت
 عبداللہ مرصلی کا بھی یہی حال تھا جو مشہور پختیب البان مرصلی ہیں
 شیخ عبداللہ یا ضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنا گیا کہ مرصلی کے ایک

قاضی صاحب حضرت قاضی البان کے حال سے متکرتھے ایک روز
 اونھوں نے شہر کے کسی کوچہ میں دوڑ سے حضرت قاضی البان صلی
 رحمۃ اللہ علیہ کو آتے دیکھا اپنے جی میں کہا کہ آج خوب موقع ہے ان کو
 پکڑ کر حاکم کے روبرو لے چلیں اور ان کا سب حال کہیں گے۔ قاضی صاحب
 اپنے جی میں یہ بات کہہ رہے تھے کہ کید دیکھتے ہیں کہ قاضی البان صلی
 صاحب تو نہیں ہیں ایک پہلوان چلا آتا ہے کچھ تھوڑا آگے بڑھتا ہے تو کیا
 دیکھتے ہیں کہ وہ پہلوان بھی نہیں ایک اعرابی ہے اور جب وہ قاضی صاحب
 کے پاس آئے تو قاضی صاحب نے دیکھا کہ ایک فقیہ ہیں قاضی صاحب
 نے کہا کہ ان چاروں میں سے کون سے قاضی البان کو حاکم کے پاس
 لیجاؤ گے اور سزا دلو گے قاضی صاحب یہ دیکھ کر ہنسنے لگے اور
 تو پکڑ کر کے مرید ہو گئے۔

ساکنان راہ سلوک اپنے طریقہ زہد سے لوح کا ایسا مصطلک کرتے
 ہیں کہ جس میں آفتاب نور نبوت کی شعاعیں پڑتی ہیں اون کے
 اثبات میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔

مَعِجَ الْبَحْرِ يَلْقَىٰ يَتِيمًا لَا تَرْحَمُهُ
 لَا يَبْعَثُ عَلَيْهِ فَوَاقِيًّا لَا يَكْفُرُ الْبَنَانُ
 يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْكَ وَالْمَرْجَانُ ۝

یعنی دریا میلے ملتے اون میں پروردہ جس سے
 بڑے نہیں پاتے پھر تم رب کی کس کس نعت کو چلاؤ گے
 وہ اور ان دونوں سے سوچو اور مرجان کا تاج ہے۔

اوس قادر مطلق نے دو دریا روان کئے جو ملے ہوئے چلتے ہیں اور بہم
مخلط نہیں ہونے پاتے ان میں ایک قدرتی برزخ یعنی پرہ رکھا ہوا ہے
جس سے دونوں باوجود اتصال کے خلط ملط نہیں ہونے پاتے یہ دو دریا
کس کے بس میں ہیں اور کس کی حکومت ان پر نافذ ہے اسی قادر مطلق
کی ان دو دریا سے کونسا مارا ہے ابن حریج کہتے ہیں یعنی شور سمندر زمین
کی میٹھی ندیاں ہیں جیسے کہ نیل جیہون۔ و جلدہ۔ فرات۔ گنگ وغیرہ جب
یہ سمندر میں گرتے ہیں کہ سون تک دونوں پانی جدا سے ممتاز معلوم
ہوتے ہیں اور دو دھاریں الگ الگ معلوم ہوتی ہیں رنگت میں بھی
اور پانی کے میٹھے اور کھارے پنے میں بھی۔ بعض کہتے ہیں خود سمندریں
کے مختلف ٹکڑے مراد ہیں بحر فارس و روم وغیرہ بعض محققین کہتے ہیں
لفظ میں تعمیم ہے یہ بھی مراد ہیں اور ان کے ساتھ اور دریا مراد ہیں جیسا کہ
دریا ملکیت اور بہمیت جو ایک بیٹھا اور کھاری ہے انسان کے اندر
ملے ہوئے چلتے ہیں اور مخلط ہونے نہیں پاتے اور ان سے بعد
تہذیب و شایستگی حاصل کرنے کے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جنکو موتی
اور مونگا کہتے ہیں اور اسی طرح انسان کے متضاد قوتیں مراد ہیں جیسے
دریا و ان کے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں موتی سیپ میں پیدا ہوتا ہے اور
مونگا ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخیں نمودار کرتا ہے وہ بھی

سمندر سے پیدا ہوتا ہے پس حضرات صوفیہ کے نزدیک اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عالم ناسوت اور عالم ملکوت انسان کے اندر دونوں دریا بہن اور دونوں کے درمیان جو برزخ ہے جس کی وجہ سے مل نہیں سکتے وہ نور نبوت جو منظر مرتبہ احدیت ہے اور بیٹھے کھارمی دونوں دریا سے جو موتی اور مونگا نکلتا ہے اس سے اوصاف حمیدہ اور ذمہ مرا وہن عالم ناسوت دریا شور ہے کیونکہ اس پر نفس امارہ سایہ افکن ہے اس سے جو مونگا نکلتا ہے مونگا جو ایک پتھر کی شاخین بہن پتھر سے مرا وہ بہان نفس امارہ ہے مونگا سے مرا اس کے اوصاف یعنی حسد نفاق کینہ غیبت اور شہوت یہ اوصاف کس قدر تلخ اور سخت ناگوار بہن اظہر من الشمس بہن اور دریا کے شیرین سے مرا عالم ملکوت جس پر نفس مطمئنہ جلوہ افکن ہے اور موتی سے مرا اس کے اوصاف حمیدہ یعنی زہد تقویٰ صدق و صفا حلم و حیا صبر و رضا وغیرہ یہ کس قدر شیرین اور خوشگوار اور مرغوب الطبع بہن اور دونوں دریا کے درمیان جو برزخ ہے وہ قلب انسان مطلع آفتاب نور نبوت ہے اس کی قوت اس قدر قوی ہے کہ جس سے دونوں دریا بہن مل نہیں سکتے اپنے کام کے چلے جاتے بہن اس آیت قرآنی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دونوں دریا کے درمیان ایک برزخ ہے جس کو حضرات صوفیہ نور نبوت

تعبیر کرتے ہیں اور اوس کو اپنے طریقہ مشق سے حاصل کرتے ہیں جس کا نام مقامی الرسول ہے آج کل کے روشن گروہ کا اس پر اعتراض ضرور ہوگا کہ عالم ملکوت اور ناسوت جب اوسی ذات مطلق کے دونوں مظاہر ہیں تو ان کے خواص یکساں ہونا چاہئے مختلف مختلف خواص اور نام لینے اوصاف حمیدہ اور ذمہ یہ کس بنا پر کہلاتے ہیں اس کا جواب ان کے ہی خیال اور مذاق پر دیا گیا جلتا ہے تاکہ اس کی حقیقت کی تفہیم و فہمیں اچھی طرح سے ہو و حقیقت خطرات ناسوتی اور ملکوتی یہ دونوں تجلیات رحمانی ہیں لیکن قلب انسان جو بمنزل شیشہ ہے وہ مختلف مختلف خیالات رنگینی سے رنگ آلو وہ ہے اسی کو خطرات شیطانی کہتے ہیں اور وہ اس تجلی رحمانی کو اپنے مناسبت رنگ اور حال پر ظاہر کرتا ہے جیسا کہ رنگین شیشہ چراغ کے روبرو طرح طرح کے رنگوں سے نظر آتا ہے اور چراغ اپنی اصلی نورانیت کے ساتھ اس پر تابندہ ہے اس کے نورانیت میں کچھ تفاوت نہیں لیکن جو شیشہ چراغ کے روبرو ہے اوس نور کو اپنے رنگ کے مناسبت سے ظاہر کرتا ہے اگر شیشہ سبز رنگ کا ہے تو اوس نور چراغ کو سبز رنگ سے ظاہر کرتا ہے اگر سرخ ہے تو اوس نور چراغ کو سرخ بتلاتا ہے اگر شیشہ تمام رنگوں سے پاک ہو تو

نہ کہہ کا
راض

وہیہ ظاہر اب

مثال

نور چراغ کو اصل نورانیت کے رنگ کو ظاہر کرتا ہے اس طرح قلب جو روح اور جسم کے درمیان برزخ ہے اگر وہ قلب روح کی لطافت سے متصف ہوتا ہے تو تجلی ذات جو تمام برائیوں سے بری ہے اس کو ایک اوصاف کی صورت میں ظاہر کرتا ہے جس کو اوصاف ملکیت کہتے ہیں اور جب وہ قلب کثافت سے متصف ہو تو اس تجلی کو برے اوصاف کے لباس میں ظاہر کرتا ہے جس کو ہم یہ کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنے قلب کو جو روح اور جسم کے درمیان میں ہے اس کو افعال زمیمہ کے رنگوں سے پاک اور صاف رکھے تاکہ اس میں نور نبوت جو پرتو روح روحانی ہے اپنے اصلی نوریت کے ساتھ جلوہ گر ہو جائے حضرات صوفیہ نور ہدایت کو نور نبوت سے تعبیر کرتے ہیں اس کے ثبوت میں یہ آیت قرآنی ہے۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ مَالُهُمُ الظُّلُمَاتُ يَخْرُجُونَ مِنْهَا لَيْسَ لَكَ مِنَ النَّاسِ سَائِرٌ هُمْ فَيَحْضِلُونَ
 اللہ دوست ہے ایمان والوں کا اور ان کو نکال رہا ہے اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو کافر ہیں ان کے دوست ہیں غیطان نکال رہے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں میں ہی لوگ ہیں و روشنی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایمان ایسی عمدہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ بندہ سے محبت کرتا ہے

اون کو کفر اور طبعیت اور رسوم کے اندھیروں سے نکال کر نور میں داخل کرنا ہے اور جو اوس پر ایمان نہیں رکھتے اوکے محبوب اور مددگار شیاطین میں جو اذن کو نور فطرت سے کفر اور اخلاق ردیہ اور شہوت اور جاہ و مال کے اندھیروں میں ڈالتے ہیں جو موت کے بعد جہنم کی صورت میں ظاہر ہونگے اور جس طرح اندھیروں میں سے اون کو عمر بھر رستگار ہی نہیں ہوں اور وہاں بھی نہ ہوگی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ لیکن محققین اور متصوفین کے نزدیک ایماندار وہی لوگ ہیں جن کا ایمان توحید ذات و فی الصفات ہو توحید ذات و فی الصفات کے معنی یہی ہیں کہ خدا کی ذات میں جیسا کوئی شریک نہیں ہے ویسا ہی اوس کی صفات میں بھی کسی کو شریک نہ سمجھے جس کو ایمان کامل کہتے ہیں حضرات صوفیہ کا ایمان کامل ہے اور وہ حقیقی ایماندار ہیں کیونکہ وہ سلسلہ صفات کو ذات سے الگ نہیں سمجھتے بلکہ صفات کو بھی عین ذات سمجھتے ہیں اور سوائے ذات کے صفات میں بھی کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُن سے ہر سبب اُن کے ایمان کامل اور عشق حقیقی کے اور اُن کو اندھیروں سے نکال کر نور نبوت میں داخل کرتا ہے۔

واحد وانستین ہم کہ واحد گفتن

مضرور سخن مشوک توحید رضا

اندر مردان سے مراد یہاں کثافتِ عظمیٰ اور خطراتِ نفسانی ہیں جبکہ
 پرلوتے آئینہ دل پر تاریکی آتی ہے اس سے استادن کو دور کر کے نور میں
 داخل کرنا ہے یعنی کثافتِ عظمیٰ اور خطراتِ نفسانی کو دور کرنے اور
 نورِ نبوت میں داخل ہونے کی ہدایت اور توفیق دیتا ہے وہ اوسکی
 ہدایت اور توفیق سے نہایت عظمیٰ اور خطراتِ نفسانی کو اپنے طریقہ
 زہد سے آئینہ دل کا ایسا مصقلہ کرتے ہیں کہ جس میں نورِ نبوت ظاہر ہوتا ہے
 عشق اور محبت اوس کی اون پر ایسی طاری ہوتی ہے کہ اوس میں جو بھی
 محسوس ہوتا ہے اس میں جس کو فانی الرسول کہتے ہیں اور جس کو اسمیر و عترت کہتے
 ہیں اوس کے دوست شیطان ہیں اور اون کا ایمان کامل نہیں ناقص ہے
 کیونکہ وہ سلسلہ صفات کو ذات سے الگ سمجھتے ہیں اون کے دوست
 شیطانی ہیں خواہشاتِ نفسانی اور تعلقاتِ شہوانی یعنی لُطا ہر تقویٰ طہارت
 عبادت سے جس کی وجہ وہ داخل دائرہ ایمان ہیں اون کو اون سے نکالنے
 میں تقویٰ و طہارت و عبادت سے مراد محض رضا ہے الہی ہے نہ بہشت
 میں داخل ہونے کا وسیلہ اور نہ دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ایسا خیال کرتا
 گویا ایمان سے ٹھکر کر کفر و اخلاقِ ردیہ کے ادھر پہنچے کہ نہ روت میں
 اندھوں کی طرح گرنے سے چنانچہ خدا نے پاک نے اپنے کلام پاک میں
 فرمایا ہے وَمَا أَزْكَى نَفْسًا إِلَّا النَّفْسُ بِمَا كَسَبَتْ بِالسُّؤْمِ اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ سالکان سلوک نے نور نبوت حاصل کر لئے کالجو شغل
 قایم کیا ہے جس کو فتانی الرسول کہتے ہیں اس آیت قرآنی کی بالکل تصویر
 کپینچی ہے شغل فتانی الرسول نور نبوت کا جسم ہے تو یہ آیت اوس کی جان
 اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ارباب صوفیہ کا عقیدہ کس ورجہ اور کس
 رتبہ کا ہے اور اذن کے سلوک کی بنیاد کس قدر مضبوط اور مستحکم ہے صوفیہ
 کرام نے فتانی الرسول کے طریقے مختلف مختلف بنائے ہیں اذن سے
 جو آسان اور موثر ہے وہ یہاں لکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مرتبہ فتانی الشیخ
 حاصل ہونے کے بعد طالب حق آنکھ نہ بند کر کر لفظ محمد پر تصور جا کر اللہ
 اللہ زبان و دل سے کہتے چائیں یہاں تک کہ اوس میں نور جبر پیدا ہو گا
 اوس میں محو ہو کر اپنی ہستی سے الگ ہو جائے ان معات کو مجلس محمدی
 کہتے ہیں اوس میں داخل ہو جائے تو منزل جبروت کی رونمائی ہوتی ہے
 اور اوس میں اشیاء حقائق یعنی عرش لوح قلم حینت و ووزن کا اور اک اور شہادہ
 ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام محمد غزالی فرماتے ہیں۔

بل الايمان بالنبوة ان يقربا ثبات	یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ ہے جو عقل سے بالاتر ہے
طوره وراء العقل تنفتح فيه عن يدك	اور جس میں وہ لنگہ کھل جاتی ہے جس سے وہ چیزیں
بها مدارك خاصة والعقل معزول	معلوم ہوتی ہیں جس سے عقل بالکل محروم ہو جاتا ہے
عنهما كقول السمع عن ادراك الالوان	سامع رنگ کے ادراک سے بالکل محروم ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

وَالْحَجَلَةُ فَمِنْ لَمْرِ يَرْقِي مَسْنَةً
نَشِيئًا بِالذِّرْوَقِ فَلَيْسَ يَدْرِي مَنْ
حَقِيقَةُ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْأَسْمَ

مختصر یہ کہ جس نے تصوف کا مزہ نہیں چکھا وہ نبوت
کے حقیقت کو جان نہیں سکتا بجز اس کے نبوت کا
نام جان لے۔

وَمَا بَانَ لِي بِالْغُرُوبِ أَهْمُ مِمَّا دَسَّهَ
طَرِيقُهُمْ حَقِيقَةَ النُّبُوَّةِ وَخَاصِيَّتِهَا

یعنی صوفیوں کے طریقہ مشق سے مجھ کو نبوت کی
حقیقت معلوم ہوئی۔

حقیقت مرتبہ فنا فی اللہ

نقاب چہرہ نثار و نگار و لکھن سن
تو خود حجاب خودی حافظ از میان خبریز

مرتبہ احدیت ذاتی مطلق کا پہلا مرتبہ ہے جس کو واجب الوجود مجہول الشئ
اور غیب الغیب کہتے ہیں وہ قید تعینات سے بالکل الگ اور بری ہے
جس کی نسبت حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اس مقام پر عقل کے پر جل جاتے ہیں بلکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم نے فرمایا ہے۔

مَا نَعْرِفُ قَالَ كَيْفَ مَخَوَّاهُ قُلْتُكَ -

منزلِ جدورت آفتابِ احدیت کا مطلعِ نزول ہے یعنی روح جو خاصِ نظر و اہلِ مطلق ہی اوس میں جلوہ گر ہوئی ہے جس کی شان میں حق تعالیٰ نے قُلْ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَنَفَخْتُ فِي مِنْ دُونِهَا فَرَمَا ہے۔

مقامِ روحِ برونِ حیرت آمد	نشانِ ازوی بگفتن غیرت آمد
---------------------------	---------------------------

اس بحرِ عمیق میں ہزاروں نئے غواصی کی اور ہاتھ پاؤں مارا لیکن اس بحرِ دُخار کے تیر کوئی نہ چھوٹا آخر سبھوں نے ہی کہہ کئے کہ وہ گئے۔

چہ شب ہاں شستمِ دینِ سیرِ گرم	کہ دشتِ گرفتِ آستینم کہ قم
-------------------------------	----------------------------

نہ کسی محققین کی تحقیقات سے یہ جو ہر مجرب ہاتھ آیا نہ کوئی طبعین کی تحقیقات کے نتائج سے کوئی نتیجہ یقینی نکلا آخر ان دونوں کی کشتی تحقیقِ بحرِ عقل میں غرق ہو گئی لیکن اس جو ہر مجر و کاشا یہ بھی نظر نہیں آیا آخر کچھ بھی بن نہ پڑی تو انہوں نے خیالی پلاو بیکانا شروع کیا۔

دردِ عشق نشد کس یقینِ محرمِ راز	ہر کسی پر سب فہم گمانے عام
---------------------------------	----------------------------

اربابِ فلسفہ اور حکمائے طبعین میں سے کسی نے تو اس جوہرِ محسوس کو
 ماورہ ہی سمجھ لیا اور کسی نے تو ترکیب اور استخراجِ عناصر سے جو طبیعت پیدا
 ہوتی ہے اوسے کا نام روح رکھا اور کسی تو علتِ الطل کا سلسلہ قائم کر کے
 آخر علت کو روح کہنے لگا ان لوگوں کی تحقیقات پر نقص اسوجہ سے پیدا نہیں
 ہو سکتا ان لوگوں کی تحقیقات کی حد یہیں تک ہے کہ یہ لوگ ان ہی چیزوں
 کے قابلِ بینِ جواوہر کے تجربہ اور مشاہدہ میں ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ادنیٰ
 تحقیقات کا سلسلہ دائرہ عقل ہی میں محدود ہے اور اس جوہرِ محسوس کی تحقیقات
 اوس سے بالکل باہر اس بنا پر یہ وجودِ باری اور نبوت اور کلامِ الہی کے
 قائل نہیں ہوتے لیکن محققینِ اسلام جن کا ایمان وجودِ باری اور نبوت اور کلام
 الہی پر کامل ہے البتہ ان کا دامنِ تحقیق دغ نقص سے بچ نہیں سکتا کیونکہ جو
 محسوس کے نسبت آیاتِ قرآنی جیسے -

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْطَانٍ عَجِيٍّ وَنَافِثٍ ذَنْبِي الْفَيْسُكَ أَفَلَا تَبْصُرُونَ
 کہنے پر بھی وہ بجائے غور و خوض کے ان آیاتِ نصوصِ قرآنی کو نظر انداز
 کر کے طائرِ روح کو عالمِ بالا پر ہی اوڑا دیا۔ نصوصِ قرآنی سے اعراض کر کے
 اور یہ فرمایا کہ یہ متصل ہے نہ منفصل نہ داخل ہے نہ خارج نہ قریب ہے نہ
 بعید بلکہ اس کا تعلق روحِ حیوانی کے ساتھ بتلایا ہے جو ہر انسان میں موجود ہے
 یہ تعلق اس قسم کا ہے کہ جس طرح آفتاب کا عکس آئینہ پر اور آئینہ اپنی جگہ پر چھوڑا

لیکن اس کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے اور اس کو روشن کرتا ہے اس طرح روح عالم ملکوت میں ہے اور اس کا پرتو ارواح حیوانی پر پڑتا ہے اس کی وجہ سے انسان عجیب قوی کا منہم بن جاتا ہے بقول حضرت مولانا روم۔

در ہوائے غیب مرغ سبے پرو جسم سایہ سایہ سایہ دل است مروغفتہ روح چون در آفتاب	سایہ او بر زمین می گستر جسم کے اندر خور پایہ دل است در ملک تابان و در تن جامہ ثواب
---	--

اور جن لوگوں کے دلوں پر روح مجبور کا کچھ پرتو پڑا ہے تو وہ اپنے وجود ہستی سے بے خبر ہو گئے نہ تو اس کی حقیقت سے خبردار ہوئے اور نہ کسی کو خبردار کر سکے

این مدعیان در طلبش بے خبر اند	کا نرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد
-------------------------------	---------------------------------

اور جو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے مشغول ہوئے اور نور ہمت کی شعاعیں جتنی پڑتی ہیں البتہ ان کے آئینہ دل میں روح مجرب کی ردغائی ہو جاتی ہو لیکن ان کے منہ پر شریعت کا ایسا قفل پڑا ہے کہ جس سے وہ اس کی اصلی حقیقت بیان کر نہیں عاجز اور مجبور ہیں بالفرض کسی کے بڑبڑاتی ہوئے شریعت کا

پر وہ ذرا بھی سرکا دیا تو تکفیر کے فتویٰ نے اس کو فوراً سولی پر چڑھا دیا۔

منصور ابدا چہرا دوسی حکیم ہر کس کہ راز فاش کند این سترائی است		شبلی سوال کرد بدر گاہ رب کریم منصور بود واقف اسرار پر دوست
--	--	---

اور بعض بعض عارفان باللہ نے روح مجروح کی نشاندہی کرنے میں جو جرات کی بھی تو تشبیہات اور تمثیلات کے پیرایہ میں کر کے ایسے الگ نکل گئے کہ پھر اس کی اصل حقیقت تفصیل کی محتاج ہی رہی۔ جیسے انگہہ کو نور سے اور کان کو سامہ سے اور ناک کو شامہ سے وغیرہ وغیرہ جیسا تعلق ہے اوسیطرح روح کو جسم سے تعلق ہونا ظاہر کیا ہے یہ تشبیہات کا پیرایہ تعجب انگیز اور غور کے قابل ہے غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تشبیہات کا پیرایہ اصحاب ظاہر کے لئے روح مجروح کی عین حقیقت کے اثبات میں محض بے سود ہے کیونکہ نور اور سامہ اور شامہ وغیرہ بھی تو اوسی روح عالم بالا کے ستار کے سہ تار ہیں جیسا کہ عقل روح کی اور اک میں عاجز ہے اسی طرح یہ ان قوتوں کے اور اک میں بھی مہذور ہے۔

اشیاء عالم بالا کے اثبات میں عالم بالا کے ہی اشیاء سے تشبیہ اور تمثیل دیجائے تو حضرت انسان اوس کی حقیقت سے واقف ہو کر کس طرح مرتحق البقین کو

پہونچے۔ لیکن سلطان الاوایا قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملزبیا نے اس راز سرستہ کی گرہ کھول دی ہے اور ان کے مطلق تفسیحات و مین آفتاب روح کی صورت صاف نظر آتی ہے اور ان کے ہر ایک لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت انسان ہی دراصل روح مجسود ہے لیکن اس کے جسم اور اعضاء اور عقل اور حواس وغیرہ کے عارضی حجابات اس پر ایسے حایل ہوئے ہیں کہ میں سے وہ اپنی اصلی حقیقت سے بے بہرہ ہو گیا ہے اور روح مجسود کو اپنے سے الگ اور جدا گانہ چیز سمجھ کر ڈھونڈ رہا ہے بقول مولانا موم

لبنو از نے چون حکایت می کند	وز جدائی ہاشکایت می کند
کز نیستان تا مرا بہریدہ اند	وز نفیرم مرو وزن نالیدہ اند

اس لئے حضرت ممدوح کے قول کی پوری نقل مع شرح یہاں لکھی جاتی ہے تاکہ حضرت انسان جو روح مجسود کو اپنے سے الگ اور جدا گانہ چیز سمجھ کر مدقون اس کی تلاش میں حیران و نالان ہے اس پر خود ہی روح مجسود و ثابت ہو کر آپ اپنے شربت وصل سے مست و غمور ہو جائیں وہ یہ ہے و قال سرخسی اللہ عنہ مولانا کا ترجمہ و ترجمہ روحانیون میں کسی داخل

لَطْمَعُ أَنْ تَدْخُلَ فِي رُفْقِ الرَّوحَانِينَ
 حَتَّى تُعَادِي جُمْلَتَكَ وَتَبَايِنَ جَمِيعِ
 الْخَوَارِجِ وَالْأَحْضَاءِ وَتَنْفَرَهُ عَن
 وَجُودِكَ وَحَوْكَاتِكَ وَسَكَاتِكَ
 وَتَمُوتَ بِكَ وَتَبْصُرَ بِكَ -

نہیں ہو سکتا جب تک تو اپنے تمام چیزوں سے
 علیحدگی اور مخالفت نہ کرے اور تمام جوارح
 اور اعضاء سے جدا نہ ہو اور جب تک تو اپنے
 وجود ہستی سے اور حرکات و سکنات اور خدائی
 اور مبنائی اور گویائی -

اور بطش اور سعی و خلاف شرع م اور عقل غریزی سے اور اون سب
 چیزوں سے جدا اور الگ نہ ہو جو قبل از وجود تیرے روح کے لئے تھے
 (جیسے جوارح اور اعضاء ہیں اور جو تجھ میں روح پھونکی جانے کے بعد پیدا ہوئی
 جیسے عقل غریزہ اور حواس ہیں) کہ یہ حقیقت بشریت ہیں م کیونکہ یہ سب تیرے
 رب کے درمیان میں مجابات ہیں جب تو منفرد ہو جائے گا تو پوشیدہ
 و پوشیدہ اور پنهان و پنهان ہوگا اور اپنے سر و باطن سے سب سے جدا
 ہو جائیگا اور جو چیز کہ حجاب اور ظلمت ہوگی اوس کا دشمن ہوگا اور اوس کو اپنا
 بت سمجھے گا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سوائے خدا کے جو میرا ایک
 دوست ہے اور سب بت دشمن میرے پس تجھ کو یقین کرنا چاہیے کہ تو
 خود سارا اور تیرے اجزاء معہ تمام خلق کے بت ہیں پس اپنا اور کسی چیز کا
 فرمان بردار نہ ہو ہرگز ہرگز اذن کی تابعداری نہ کر جب تیرا یہ حال ہوگا کہ تیرے
 منفرد ہو جائے گا تو اوس وقت تجھ کو اسرار اور علم لدنیہ اور اون کے عجائبات کا

امین کر دیا جائے گا اور کشف و شہود تیرے سے ظاہر ہونے جائیں گے یہ
 ایک قوت میں قبل ایسی قدرت کی ہے ہر مہر و رزق اور بہت میں عطا کی
 جائیں گے (روح منفر و ہونے) میں نواہ ماہ و کاکہ مرے کے بعد آخرت
 میں زندہ کیا گیا ہے اور قزوین جو قہر متعلق ہو گیا ہے کہ بتا ہے اللہ ہی
 کے ساتھ پڑتا ہے اور سعی کرتا ہے اللہ ہی کے ساتھ ساتھ اللہ ہی کے
 کے ساتھ قرا اور آرام پاتا ہے اللہ ہی کے ساتھ ہیں تو یہ چیز سے جو اسوا
 اوس کے ہے اندھا ہو جائے گا اور یہ وہ جو جا کا اور اہلو اوس کے
 غیر کا وجود ہی نظر نہ آئے گا۔ اور یہ حال تیرا معنی مظاہرہ وہ اوزنگا ہر شہر
 احکام شرع سے کچھ بھی کم ہو جائے گا تو اس بات کہ ایٹیا جان لے کہ
 تو مفتون ہے اور تیرے ساتھ شیاطین کھیلنے ہیں پس تجھ کو چاہیے کہ
 حکم شرع کی طرف رجوع کرے اور اوس کو لازم پکڑے اور اپنے ہوس کو
 چھوڑے اور اس بات کو یقین جانے کہ ہر حقیقت اور ہر امر شریعت کے
 گواہ سے ثابت نہ ہو اور شریعت اوس کی گواہی دے وہ زندہ ہے۔ ۵۸
 پس اس قفل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مراتب تو عید میں واحدیت و وحدت
 وغیرہ روح مجرد کے تجلیات ہیں ان دونوں کے وجود و فعل و حرکات
 اور رنگ و لباس الگ ہونے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارے
 جاتے ہیں مثلاً ویرامیج و جباب ان کے صوفیہ مختلف ہر نئے مختلف نام بھی

قرار پائے ہیں لیکن سب کی اصل پاٹی ہی ہے اس طرح انسان بھی اعتقاداً وجود رنگ و لباس کے مختلف ناموں سے نامزد ہے جیسا کہ مرتبہ وحدیت میں انسان اور مرتبہ وحدت میں نور اور مرتبہ احدیت میں روح کہلاتا ہے۔
مراتب توحید کے عروج و نزول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے اور اصل روح خود انسان ہی ہے۔

وگرہرچہ موجود شد فرع تست

تواصل وجود آدمی از نخست

اس بنا پر پیشہ ایلین طریقت نے مراتب توحید کے لحاظ سے سلوک کے بھی مدارج مختلف مختلف قائم کئے ہیں جس کا اصلی مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی محابات سے الگ ہو کر خود روح مجسود بنجانے پر مبنی ہے جیسا کہ وجہ عنصری جس کا شمار ابتدائے واحدیت میں ہے اس سے گزر جانے کے لئے ربط قلب شیخ قائم کیا ہے جس کے تصور اور ربط قلب وجہ عنصری کی کثافت دور ہو جانے کثافت عنصری دور ہو جانے کے بعد لطافت حاصل کرنے کے لئے شغل قنانی الرسول قائم کیا ہے جس کی معنی سے مرتبہ نورانیت حاصل ہو جائے جس کا مرتبہ وحدت اور حقیقت نہایت کہتے ہیں اور مرتبہ نورانیت سے بھی گذر کر مرتبہ روح حاصل کر لیں

لئے شغل قمانی اللہ مقرر فرمایا ہے جس کی کثرت اور ریاضت سے مرتبہ نور عین روح بجاتا ہے۔

ممشوق عیان بودنی دانستم گفتم کہ طلب بجائے رسم		بامن عیان بودنی دانستم خود تفرقہ آن بودنی دانستم
--	--	---

لیکن ارباب مشہور یعنی جو ذات مطلق کو سلسلہ کائنات سے الگ سمجھتے ہیں وہ اس تحقیق پر نقص پیدا کرتے ہیں کہ روح قدیم ہے انسان حادث ہی روح کو فنا نہیں ہے اور جسم انسان فنا ہو جاتا ہے اگر حضرت انسان ہی روح مجرب ہو تو کیوں بحر فنا میں غرق ہو جاتا ہے اور کیوں اوس کی ہڈی اور چھڑا گل کر خاک و ر خاک ہو جاتے ہیں۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَٰئِقَةُ الْمَوْتِ۔ کس پر صادق آتی ہے انسان ہی روح مجرب ہو جائے تو خالق احد خلق میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا اور شرعی احکام یعنی امر و نہی کی پابندی بالکل بے ضرورت اور بے اصل ثابت ہوتی ہے اور عذاب و ثواب کا مستحق کون ہے اور عالم آخرت جو ایمان کا ایک رکن عظیم ہے جس کے اثبات میں خاص سورہ غم نازل ہوا ہے اوس کا وجود اس سے بالاتر ہے اور ہر جاتا ہے لیکن اصحاب وجود خود کو سلسلہ کائنات

پرتو

الگ نہیں سمجھتے وہ ارباب شہو و کے اعتراض کو ان استدلال سے رفع کرتے ہیں کہ انسان[ؑ] واصل روح ہے لیکن امکانیہ مظاہر میں خدا کے اسرار و صفات کا نکل ہے اصل اور نکل میں بہت فرق ہے مثلاً اگرچہ آفتاب بذات خود پاک ہے لیکن اوس کا سایہ نفاست اور نجاست پر برابر پڑتا ہے لیکن آفتاب اوس سے آلودہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح روح ہر مرتبہ میں مختلف مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ روح مجبور بذات خود اس میں آئے یا حلول کر گئی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ غیریت کچھ بھی نہیں سب اوس کے ظہور اور تجلیات میں چنانچہ عکس آفتاب تہیں کہہ سکتے لیکن واصل عکس آفتاب سے الگ نہیں ہے اوس کا ظہور اور مظہر ہے عکس پر حکم لگائے جائے اصل پر نہیں لگایا جاتا۔ اسی طرح انسان ہر مرتبہ عبودیت میں نکل روح مانا جاتا ہے و حقیقت مرتبہ ربوبیت کا رکھتا ہے پس اس صورت میں احکام شرعی میں کچھ خرابی نہیں پڑتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تشبیہ کے شان ہی میں یہ فرمایا ہے ۔

خَلْقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ كَيْونکہ ذات مطلق کا ظہور ہر مرتبہ میں مختلف صورتوں میں اور مختلف رنگ و لباس میں ہوا ہے لیکن تمام صورتوں میں اوس ہی سچ و وحدیت کے موج و حباب میں اور تعینات و تقیوات وغیرہ اوس ہی رشتہ واجب النجود

کی گردہ میں جب صورتِ عیسیٰ مسیح جلیق اور تعینات کی گرہ کھل جائے تو
 حضرت انسان ہی عیسیٰ روح ہے جس کو تجرد عن المعاد کہتے ہیں حضرت
 امام محمد غزالی نے اس حدیث کی یوں شرح کی ہے کہ اون کی پوری عبادت
 کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

حدیث اہم مشعل ہے شکلوں کی ترتیب اور بعض شکلوں کو بعض سے
 ملائے یا اختلاف ترکیب پر بولتے ہیں یہ قسم تو صورت محسوسہ ہے اور
 کبھی ترتیب معنی پر بھی بولتے ہیں جو محسوسہ ہے اور معنی کے لئے بھی
 ترکیب اور ترتیب اور باہمی نسبت ہوتی ہے جیسا کہ کہتے ہیں مسئلہ کی
 صورت ایسی ہے اور واقع کی صورت ایسی ہے اور علم اور جسمانی کی
 صورت ایسی ہے اور نقل کی صورت ایسی وغیرہ اس قول میں صورت
 معنوی مراد ہے اس میں روح کے اون مناسبات کی طرف اشارہ ہے
 جن کا خدا کی ذات اور صفات اور افعال کی طرف روح اور مال ہے
 کیونکہ روح کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بذات خود عرض ہے نہ جوہر اور نہ جسم
 نہ اس کا کسی جہت اور مکان میں حلول ہے اور نہ وہ بدن کے ساتھ
 متفصل نہ متصل تو وہ عالم میں جہوں اور بدنوں میں داخل ہے نہ
 خارج ہے سب کے نسبتاً اس کی صفات ہیں جو معنی کی حقیقتیں

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ دراصل انسان ہی روح محمدیہ کا قیام ہے۔
 فنا نہیں ہوتا بلکہ موت کے یہاں یہ معنی ہونے میں کہ جسم کثیف و لطیف،
 لطیف، بنجاتا ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی جسم زمین و آسمان
 کرنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاک و ریاک سٹر گلزار بنا ہوا ہے۔
 پھر اسی میں سے برگ و شاخ و ثمر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انسان کا
 جسم و فن ہو کر خاک و ریاک ہونا بظاہر معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت جسم
 کثیف ہی سے جسم لطیف پیدا ہو کر عالم الارواح میں رہتا رہتا ہے۔ دوسری
 زندگی یا قیامت کہتے ہیں۔ پس اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ
 روح عالم مثال سے عالم اجسام بن کر ظاہر ہو کر نام حیات ہے پھر عالم اجسام سے
 عالم مثال میں عود کرنے کا نام موت ہے۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 عالم مثال ہی حساب و کتاب سزا و جزا کا مستحق ہے جیسا کہ عالم اجسام پر رنج
 و راحت کا اثر محسوس ہوتا ہے اسی طرح عالم مثال پر محسوس ہوتا ہے گا۔
 و حقیقت انسان ہی روح ہے لیکن تہ و تہ پوشیدہ ہے یعنی عجایب و جود
 ہستی و غیرہ میں پوشیدہ ہونے کے علاوہ خواہشات نفسانی کے رنگ و رنگ کا
 ہزاروں اس کے دل پر لدا ہوا ہے جب تک کہ ریاضت و عبادت کی بوتہ میں
 گل کر پاک و صاف نہ ہو حضرت انسان خود روح مجسّم و کا دعویٰ ہونے کا
 مستحق نہیں ہے جب تک سونا بوتہ میں گل کہ نہ ہو کہ پر نہ چڑھے کامل المعیار

نہیں ہوتا اس طرح انسان حجاب وجود وغیرہ سے جب تک صاف و پاک
 نہ ہو جائے روح مجرد کا دعویٰ ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا اور ان حجاب اور
 خواہشات انسانی کے زنگوں سے دور ہونے کے لئے پیران طریقت کی
 کیا کیا ریاضتیں کیں اور کس طرح تزکیہ لعل کا کرتے رہے اور کیسے کیسی
 عبادات اور مجاہدات کی کسوٹی پر گھس گھس کر اپنی ہستی کو فنا کیا ہے اور کس
 اندازہ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے غرض جو شخص قناتی الرسول ہو جاتا
 تو اس کا وجود سر نور نبوت بن جاتا ہے۔ اس سے اوصاف روحانی
 پیدا ہوتے ہیں جیسے صبر و تحمل رضا و تسلیم توکل و قناعت وغیرہ اور اس کے
 آیئہ دل میں تجلیات روحانی کا انعکاس ہوتا ہے اور اس پر عجائبات
 لدنیہ اور اسرار غیب کھل جاتے ہیں پھر اس نور نبوت کو روح مجرد سے
 اتصال ہو جاتا ہے اور کشش محبت اور جذبہ عشق اس پر اس قدر طاری ہوتے
 ہیں کہ وہ اپنی ہستی ذرا نیت کو بھی بھر روحانیت میں فنا کر دیتا ہے جس کو
 مرتبہ قناتی اللہ کہتے ہیں پھر اس کے نظر میں تمام کائنات بلکہ اس کا
 ہر ایک ذرہ بھی منظر خدا نظر آتا ہے اور وہ خود اسما اور صفات کا مرکز بن جاتا ہے
 یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے تو خدا کی آنکھ سے اور سنتا ہے تو خدا کے کان
 سے وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہے لا تَحْزَنْكَ ذِكْرُ الْأَيَّامِ وَاللَّيْلِ
 کا خلاصہ مرتبہ قناتی اللہ ہی ہے۔

کہ بچپن دل میں جڑو ست	ہر چہ پیشی بدان کہ منظر اوست
-----------------------	------------------------------

جو شخص کہ فانی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ مکلف نہیں قرار دیا جاتا کیونکہ بحر و نہر میں ایسا غرق رہتا ہے نہ اوس کو اپنی خبر رہتی ہے اور نہ دوسروں کی۔
 لَجَّوْاۤی لَا رَبَّ وَلَا عَقْبَدَ جو شخص واصل حق ہو جاتا ہے تو وہ وجود ہی سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے۔ مثلاً کعبہ میں داخل ہو جانے سے جیسے قبلہ کی قید لازم نہیں آتی ہے اسی طرح انسان واصل حق ہو جانے سے عبدیت کی قید اٹھ جاتی ہے۔ چنانچہ مقام فانی اللہ ہی میں حضرت یار محمدی سبحانی عظیم الشانی فرمایا ہے اور حسین حلاج نے انا الحق کہا ہے پس مقام فنا و بقا و مرتبہ نبوت تصوف اور سلوک کے اہم اور عظیم الشان مقامات ہیں حضرت انسان جب تک دنیا سے بے تعلق نہیں ہو گا اور قید ہستی کی گرفتاری سے اوس کو آزادی حاصل نہیں ہوتی ان مقامات میں سے کسی ایک مقام کا بھی راستہ اوس سے نہیں ملتا۔

تا بہ بینی روئے زیبا بے خطا	تا توانی از خودی خود برآ
-----------------------------	--------------------------

مقام فنا ہی میں کسی نے فرمایا ہے مَوْتُ قَبْلَ اَنْ تَمُوتَ یعنی مر جانے سے

پہلے، بجائے اس سے مراد یہاں بھی معلوم ہوتی ہے۔ ماسواۃ اللہ سے بے
 خبری اور خدا سے باخبر ہونے کا نام مرنے کے پہلے مر جانا ہے، اسی تیار پر
 معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ فرقہ خلافت و طریقہ فقر کو ایجاد کیا ہے جنگو
 ارباب نظام ہر مذہب کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فقر اور
 دنیا سے بے تعلق ہو جاتے ہیں اور عالم روحانیت کی طرف ان کی توجہ
 تام ہوتی ہے جس سے عالم اجسام کی خبر و نگین کچھ نہیں رہی یہاں تک کہ
 عالم محسوس و استغراق میں تکلفات سے محذور ہو جاتے ہیں ان کی حالت
 کذائی، عاقباتی، مین برفرق ہوتا ہے ارباب ظاہر ان کو رندا اور حضرات صوفیہ
 پاکہ باز کہتے ہیں۔

برنگ اصحاب صورت لایا اور باب بھی را

بہار عالم خوش دل جان تازہ میدارو

حضرات صوفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ طالب حق کو پابند شریعت رکھ کر مقام فنا
 اور بقا کو حاصل کرنے کا شوق اور عشق دلاستے ہیں پیران طریقت پہلے
 اوس کو دنیا سے بے تعلق اور بے نیاز ہو جانے کی طرف توجہ دلاستے ہیں
 بلکہ سلسلہ ارواح میں شریک کرتے سے پہلے ترک لباس کر کے اپنا
 فرقہ وغیرہ پہنتے ہیں تاکہ وہ ہمہ بدن کہ آج میں تہمتی سے الگ ہو گیا

اور مرٹھا پھر اوس کو زمرہ اراو تمہارے مین شریکیت کر کر مقام فنا کا سلوک کر
 اڑنا تے ہیں اور مقام فنا کی حالت اور کیفیت کے مناسبت نام دے رہے ہیں
 کسی ایک نام سے اس کو پکارتے ہیں جیسا کہ توکل، شام اور فنا فی اللہ شام
 وغیرہ تاکہ اوس ناموں کے موافق عمل کرنے کی طرف بھی متوجہ ہوں یہ طریقہ
 اور مالک مین انکس برابر جاری ہے۔ تمام فنا فی اللہ کا شغل یہ ہے کہ راستہ
 و نہا بہ حال مین اسم ذات کو پیش نظر رکھ کر زبان روح سے اللہ اللہ کہتے ہیں
 اور اوس کا مشق اس قدر کریں کہ لطائف ستہ کے ہر لطیفہ سے اللہ اللہ کی مدد
 کو بخین اور ہر نظر کرے اوہر اللہ ہی اللہ کی شان کا مشاہدہ ہو جائے لفظ ہے
 فَإِنَّمَا تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَهُوَ مَعَكُمْ إِنَّمَا كُنْتُمْ هَ الْكَرْبُزِ كَانِ دِينِ
 اس شغل کو اس قدر ٹاپے کہ کبھی قطرہ آسواور غور اون کا ٹپکا بھی توڑیں
 اسم ذات کا نقش اوٹھ گیا یہ مقام فنا کے آگے جو کیفیت طالب حق پر طاری
 ہوتی ہے اوس کا بیان حد امکان بشری سے باہر ہے۔

اکراما کا تبین راہم خبریت

سپان عاشق و مشوق زمرے است

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لِي مَعَ اللَّهِ وَفَكَ لَا يَسْتَوِي
 مَن مَّنْ سَأَلَ مُقَرَّبًا وَلَا مَن سَأَلَ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ

توحید

کلمہ طیب بنائے اسلام کے قرآن میں فرض اول ہے۔ اور وہ دو چیزوں سے بہت ہے اول لا الہ الا اللہ دوم محمد الرسول اللہ جز اول ذات حق سبحانہ تعالیٰ کی توحید اور جز دوم اوس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ولایت کرتا ہے۔ کلمہ طیب کی اصل غرض غایت کفر و شرک سے دور ہو کر خدائے پاک کو واحد جانتے اور اوس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاسے پر مبنی ہے جز اول کے الفاظ کے معنی اگرچہ کہ بالکل صاف اور صریح واضح ہونے پر بھی اکثر گروہ اسلام اور ان الفاظ کو جامع اور پر معنی سمجھ کر اپنے رنگ اور مذاق کے موافق معنی پیدا کرتے ہیں جس سے خواہ مخواہ کلمہ طیب کی غرض و غایت کے خلاف باغ و حدت میں شرک والحاد کی بو پیدا ہو جاتی ہے۔

ارباب ظاہر جز اول کی یون معنی کرتے ہیں لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت کے اور نہیں ہے کوئی شریک اور سہیم اوس کا جو شخص اس طرح اپنی زبان سے کہے اور دل سے اوس کی تصدیق کر لیتی وہ ظلمت کفر سے نکلے مشرف بہ اسلام اور مزین بہ نور ایمان اور محکم بحکم و احکام ہو گیا جو اصل غایت شریعت ہے۔

اور ارباب صوفیہ اوس کے معنی اس طرز کرتے ہیں کہ نہایت بڑے عالم ہیں
 سوائے ذات واجب الوجود کے جس کو ہم بندہ کہتے ہیں اور اس کے
 اثبات میں ان ولائل سے بے نیاز ہوتا ہے۔
 اَيْنَمَا تَلُوْا فَذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَثِيْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰
 وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۝۱۱ اللہ ہر جگہ ہے ہر جگہ پہنچتا ہے
 فَخُنْ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝۱۲ ہم قریب نہ ہیں انسان کی مگر وہ اس سے
 اَلَمْ يَلْعَلْ يَأْتِ اللّٰهَ بَدَلٰی ۝۱۳ انسان نہیں جانتا اللہ اسکو دیکھتا ہے
 اوس کی حقیقت یہ ہے کہ ذات وحدت رنگارنگ صورتوں اور شکلوں میں
 جلوہ گر ہوتی ہے جس کو عالم کثرت کہتے ہیں ان معنی پر ارباب ظاہر کا اعتراض
 یہ ہوتا ہے۔ وحدت عین کثرت اور کثرت عین وحدت ہو تو بندہ اور خدا میں
 کوئی فرق اور امتیاز باقی نہ رہا۔ خدا جب بندہ میں اور بندہ خدا میں ہو تو شرک کی
 خباثت اوس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرات صوفیہ کا دامن خیال ایسے
 دلع مشبہات سے بالکل پاک اور صاف ہے اوس کی غرض و غایت اس
 بالکل الگ اور جداگانہ ہے۔ بندہ عین خدا۔ خدا عین بندہ جتنا کہ سمجھے
 کلمہ طیبہ کا اصل تفسار پورا نہیں ہو سکتا۔ جب بندہ کو خدا سے جدا کئے تو غیرت
 پیدا ہو گئی ذات باری کی توحید اور عینیت باقی نہ رہی۔ بندہ خدا سے بالکل
 دور اور الگ ہو گیا۔ اوس کی حقیقت یہ ہے ارباب صوفیہ وحدت عین کثرت

کثرت عین وحدت اس صورت میں ثابت کرتے ہیں کہ مثلاً برف واقع اور
کیفیت میں بالخاصہ پانی ہی ہے لیکن متحد ہونے کی وجہ سے اس کا نام
بدل گیا۔ انجماد کی صفت نے اس کی صورت میں تبدیلی پیدا کی ہے۔
اگر انجماد کی صفت مٹ جائے تو اصل پانی کا پانی ہی ہے اس طرح مسئلہ
وجود اور شہود کی بھی تہیز ہو سکتی ہے حضرات صوفیہ اس پر وحدت سے کثرت
کثرت سے وحدت یعنی بندہ خدا میں اور خدا بندہ میں سمجھتے ہیں۔ اس
ترکیب منقلب سے حلول بالکل صاویق نہیں آتا ہے۔

اما بحلول اتحد واست

توحید حلول ورنہ واست

ولائل عقلی اور نقلی سے انسان وحدت الوجود کا جز حقیقی ہونا علانیہ ثابت
ہوتا ہے لیکن اخلاق بشریہ اور صفاتیہ وریان میں حائل ہونے کی وجہ سے
بالکلیہ حقیقی یعنی مقدر مطلق کہہ نہیں سکتے۔ اگر وجود خارجی اور وہی جس کو
ہستی مہمومہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ اگر مٹ جائے تو انسان جو حقیقی
ہے وہ کلی کا حکم پیدا کر سکتا ہے۔

غرض واجب الوجود ایک ہی ہے مگر مشابہ صور تو ہیں اور شکلون میں ظاہر تو

بہر صورت نہ ہوں واست

بہر صورت نہ ہوں واست

ذات بیچون اور بیچگون سو ہزار چونی اور چگونگی کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے۔

طرف بے رنگی کہ دارد رنگہائی بے شمار	طرف بے شکلی کہ دارد شکلائی متعدد
-------------------------------------	----------------------------------

کلمہ طیب پر مترال سلوک کمار بہر اور مکان لامکان کا پیشوا ہے۔
ہجراں کے سالکان سلوک کی ایک بھی مترال طے نہیں ہونی اور وہ
شمسیر لالہ سے خون کی ہستی کو فنا کر کے الا اللہ سے ذات باری کو ثابت
کر دیتے ہیں جس کو نفی اور اثبات کہتے ہیں اور کہے نزدیک تمام
افعال و صفات اور حرکات و سکنات کام کر ذات حق سبحانہ تعالیٰ
ہی ہے جس کو اصطلاحات معونیہ میں فنا فی الافعال فنا فی الصفات
و فنا فی الذات کہتے ہیں۔ اور جو کچھ افعال و صفات وغیرہ ظہور پذیر ہوتے
ہیں سب اس کے طرف منسوب کرتے جاتے ہیں۔

الحاصل وہ مقام فنا اور بقا کا ماقبہ اس ترتیب اور تصور سے کرتے
ہیں تو وحدت اور وصول الہیت کھل جاتی ہے کہ اول جمیع عالم کو ایک
آئینہ سمجھتے ہیں اور کل موجودات کو اس میں جمال حق سمجھ کر اپنے دل و دین
کو اس سے منور کرتے جاتے ہیں۔ یہ صدق

چہرہ دیوار میں آئینہ شد از کثرت شوق	ہر کجائی نگرم تو رخندامی تنہم
-------------------------------------	-------------------------------

غرض سالکان سلوک اس تصور کو اس قدر ترقی دیتے ہیں کہ سوائے
 واجب الوجود کے غیریت کی بواہر کے ویاغ میں نہیں رہتی۔ بھجوائے
 ہوالا مل ہوالا نذر ہوالا ظاہر ہوالا باطن بعد اس کے خود کا جو ایک وجود
 درمیانی وہی حجاب ہے۔ اس کو ادٹھا دیتے ہیں اور یہ تصور کرتے
 ہیں کہ میری ہستی عین ہستی ہے یعنی سمجھتے ہیں کہ لا الہ سے میں جو خود کو
 نفی کرتا تھا وہی الا اللہ ہو گیا۔ جو کچھ ہوں سو میں ہوں۔ ہر سوائے
 نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں میں سنتا ہوں۔ اور میں ہی کرتا کرتا ہوں۔
 اس طریقہ سے جو شخص اپنی نفی کو اثبات کے کمال کو پہنچا تا توں
 نزدیک مرتبہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا ملے ہو گیا۔

عبادت

عبادت کے معنی لغت میں بندگی اور پرستش کے ہوتے ہیں۔ ارباب
 ظاہر کے نزدیک اس کا مفہوم صوم و صلوٰۃ اور حج و ذکات وغیرہ اوقات
 معینہ پرا کر کے کا نام عبادت ہے۔ اور ان کی ولی خواہش اور غرض
 و غایت اس سے صلہ اور معاوضہ پر بالکل مبنی نہیں ہے اور نجات
 کی توقع اور منفعت کا وار و مدار محض ان کا اسی ہے۔ لیکن اصحاب
 صوفیہ کے نزدیک عبادت مقررہ اوقات معینہ پر نہایت غرض و شمع

کے ساتھ ادا کرنے کے علاوہ ہر ایک بلکہ خداوندی کے بجا آمدنی کا نام عبادت ہے۔ ان کی اصلی غرض و نیت محض اس سے شہود عبادت اور خلوص و محبت و رضا الہی ہے نہ ان کی عبادت کہ کسی مصلحت کی توقع ہے نہ وہ اپنی نجات اور منفعت کا اس پر تکیہ لگا رہیں۔ انہوں نے اپنی بخشائش اور نجات کو اپنے مالک حقیقی کے فضل و کرم پر نہ تھکا رکھا ہے کہ وہ جو چاہیں ہمارے ساتھ معاملہ کریں۔

اگر بچتے نہ ہوتے تو شکایت کیا	سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے
-------------------------------	------------------------------------

اوس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

پس اس آیت نص قرانی سے صاف ظاہر ہے اور ثابت ہے کہ جن اور انس کی وجہ پیدائش محض عبادت اور محبت الہی پر مبنی ہے۔ جب تک انسان دائرہ عبدیت میں مقید ہے اوس پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنے محبوب حقیقی کی اطاعت میں مصروف اور اوس کے ہر ایک حکم کے منتظر اور بجا آوری کے لئے مستعد رہیں۔ اور اوس کی عبادت کو کسی دائرہ محدود میں محدود نہ کریں اور اوس کی عبادت کا کوئی صلہ اور معاوضہ نہ چاہیں۔ اور

اوس کی عبادت کو اپنا عین فریضہ اور شیوہ عبودیت سمجھ کر نہایت خلوص سے ادا کرتے جائیں۔ اس بار پر حضرات صوفیہ اپنے درویش پرچار و گاہ القاء الہام بخوانے قلوب المؤمنین عرش اللہ ہے اوس کے آگے اپنا سر پیشہ جھکانے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور اون کو جس فعل کا الہام اور ارادہ ہوتا ہے اوس کو امر و نہی کی کسوٹی پر لگا کر دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس فعل پر راضی ہے یا نہیں اگر ہے تو اوس کو حکم الہی سمجھ کر بلا کسی توقع اور صدمہ کے خلوص کے ساتھ فرما اوس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور اگر نہیں ہے تو اوس کو خواہشات نفسانی سے تعبیر کر کے اوس پر لا حول پڑھتے ہیں اس لئے اون کی عبادت کسی حد میں محدود نہیں ہو سکتی اور اون کا ہر ایک فعل عبادت الہی میں شامل اور اون کی ہر ایک حرکت محض خلوص اور عشق و محبت الہی سے مخلو ہے۔

عاشقانِ شمس را صلوة و اسمون

بچ وقت آمد نساہت منون

بعض بعض ناعاقبت اندیش اون لوگوں کو عابد صادق اور دانا کامل سمجھتے ہیں کہ جنھوں نے دنیا توک کی یعنی اپنے اہل و عیال اور گھر سے کسب و کماں کو چھوڑ کر کسی صحرا میں گوشہ بین اللہ بننے کو چاہا ہے۔

خلوت نشین لیکن یہ طریقہ بالکل کتاب اور سنت کے خلاف ہے بلکہ
یہ طریقہ راہب جوگی و سنیوں کا ہے۔ اور یہ طریقہ کسی صورت میں
اہل اسلام کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہل و عیال کی پرورش
اور اپنی جان و مال کی محافظت اور کسب و کمال محنت وغیرہ فرائض میں
شامل ہیں۔ اون کی ادائیغین عبادت اور اطاعت الہی سے محلو اور ممتاز
ہے اور ان فرائض کو ترک کرنا اور اون سے دور ہونا گویا یہ امر اپنے
مالک حقیقی کے صرف عدول حکم ہی منی نہیں ہے۔ بلکہ دائرہ عبدیت
خارج ہونے کی قومی دلیل ہے۔ جن حضرات نے گھر اور زن و فرزند کا
نام دنیا کہہ لیا اور اس کا ترک کرنا عبادت الہی سمجھا ہے اون کا یہ خیال
بالکل غلطی پر ہے۔ و حقیقت اہل و عیال وغیرہ کا نام دنیا نہیں ہے۔
بلکہ طمع و حرص و شہوت کا نام دنیا ہے۔ جن کو خواہشات نفسانی کہتے
ہیں اوس کے نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی
طالب الدنیا کلاب بینی دنیا کا چاہنے والا کہتا ہے کیونکہ طمع و حرص و شہوت
یہ افعال انسانی ہیں۔ ان کا چاہنے والا بیشک سگ مروارہ ہے۔ علاوہ
اس کے مولانا معنوی نے ایک ہی شعر میں دنیا کی حقیقت کھول دی ہے
کہ دنیا کس چیز کا نام ہے۔

سے قماش و نقرہ و فرزند و زن

چھوٹا بچہ و تیار خدا تامل نہیں

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل دعیال مال متاع کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ دنیا اس کا نام جو خداوند عالم کی باریک نفلت و لائے والی چیزیں ہیں طمع و حرص و حسد و شہوت یہ سب چیزیں خدا سے غافل کرنے والی ہیں ان ہی چیزیں کے مجبوسہ کا نام دنیا ہے۔ ان سے دور ویرالک ہو جانا تقرب الہ اللہ کی منزل پر قدم رکھنا ہے۔ گنہگار اہل دعیال تنگی پرورش اور پرداخت و الرض میں شامل ہے تو ان کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ اس کو سرایہ عاقبت اور شدت الاثر کہنا چاہیے۔ اوں کی پرورش اور محافظت میں جس قدر محنت اور مشقت اور ٹھائیں اوسی قدر ہی رہو بیت کی دانی اور شیوہ عبودیت کی تکمل ہے۔

نماز

نماز اہل ان رکوع و سجود است نماز عاشقان ترک وجود است

نماز اہل اسلام پر فرض عین ہے اور بیچراوس کے اوانی کے نشان اڑہ اسلام میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور نماز کی فرضیت ایسی مستحکم اور مضبوط ہے کہ وہ کسی صورت اور حال میں ساق نہیں ہو سکتی۔ اور اوسکی دانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بھی تاکید فرمائی ہے۔

واقیمو الصلوۃ اور اوس کے اوصاف اور نوسون میں انسان کی زبان قاصر اور عاجز ہے۔ اور اوس کے کمنہ حقیقت اور رمز اسرار و لطافت کو وہی لوگ جانتے ہیں جن کے تمام اعضا اور جوارح حق تعالیٰ کے صدو ثنا میں زبان بنجاتی ہیں۔ اور جن کے دل و دماغ میں ترانہ خلوص اور محبت کی صدائیں اور جن کی زبانوں پر خضوع اور خشوع کے نالے بلند ہیں۔

ابو النخیر قطع نے کہا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائے آپ نے فرمایا کہ اے ابو النخیر اپنی پر نماز لازم کر۔ کیونکہ میں نے اپنے پروردگار سے وصیت طلب کی تھی اوس نے مجھے نماز کی وصیت کی اور مجھ سے فرمایا کہ سب سے زیادہ قریب اوس وقت ہوتا ہوں کہ جس وقت تو نماز میں جوتا ہے۔

پس اس سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ نماز کی افضلیت اور اشرفیت کس قدر ہے اور وہ کس کا مراقبہ ہے۔

ارباب ظاہر نے رکوع اور سجود اور قیام و قعود اور اوس کے متعلق ہر حکام اور ارکان منصبین اوس کے ساتھ بظاہر ادا کرنے کا نام نماز کہہ لیا ہے اور اوس کے کمنہ حقیقت اور اوس کا تعلق دبان و رول کے ساتھ کس طرح

اور کس قدر ہے اوس سے وہ بالکل بے خبر اور بے بہرہ ہیں اور وہ خلوص اور جمعیت نہیں اور حضور صی قلب کو نظر انداز کر سٹہ ہیں جو رقیۃ وجود معلوۃ اور زبدہ تقویٰ کی جان ہے۔ صرف اون کا ظاہری جسم نماز میں حاضر اور باطن اون کا نماز سے تائب ہو جاتا ہے۔

شب چہ خورد و باد افسر ز ند

شب چہ عقد نماز بر بندرم

لیکن اصحاب صوفیہ کے نزدیک قلب کی حضور صی اور نیت کی جمعیت اور ول و زبان کی موافقت قرب الہی بہیت اور عاجزی اور خوف و تعظیم و مشاہدہ و سرگوشی وغیرہ کے مجموعہ کا نام نماز ہے۔ بالخصوص نیت کی جمعیت کو محل نماز اور مناجات کی عمارت کا سنگ بنیا اور خلوص اور حضور صی قلب اور حضور صی قلب کو اوس کے ستون سمجھتے ہیں اور وہ نیت کے ساتھ ہی تمام دنیا اور دین اور ہر ایک شے ما سوائے اللہ کو خانہ ول سے دواع کرتے ہیں اور خدا سے اللہ اکبر کے ساتھ اپنے بادشاہ حقیقی کی ہمیشہ اور عظمت سے ہمراہ ہوا کروستہ بیستہ قیام میں اوس کے آگے کھڑے ہوتے ہیں اوس کے بعد بندہ کو جو فاتحہ کتاب یعنی سورہ الحمد کو نازل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص کیا ہے جس میں حمد و ثناء و تعریف و ثناء ہے

اوس کو اس قدر خضوع اور خشوع کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ثناء پر درود اور نعمۂ حمد سے اللہ تعالیٰ اُس حجاب کو جو اوس کے اور اوس کے درمیان میں ہے۔ اڑھٹا دیتا ہے۔ اور اپنی وجہ کریم سے اون کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور فرشتے اوس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اور رکوع میں اس قدر تواضع اور فروتنی کے ساتھ جھک جاتے ہیں کہ جس سے کوئی اون کا جوڑ اور اعضا باقی نہیں رہتا۔ اور اون کے آئینہ عبودیت میں شان عبودیت کی جلوہ نمای ہو جاتی ہے۔ تو سب ان رب العظیم کا زمزمہ اون کے زیب زبان ہو جاتا ہے اور جب وہ سمع اللہ من حمد کہتے ہوئے سر اپنا اڑھٹا دیتے ہیں تو خداوند عالم کی قربت بچوائے اسجد اقرب بالکل قریب تر ہو جاتی ہے اور اوس کے نور عظمت کا خوف اُن پر اس قدر طاری ہو جاتا ہے کہ جس سے وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ گڑ گڑاتے ہوئے اوس کے آگے گر جاتے ہیں۔ یعنی سر بسجود ہو جاتے ہیں اور اوس کے کمال جمعیت اور وفور عشق سے اونہیں استغراق اور محویت طاری ہوتی ہے۔ اور قلب اون کا ایمان کشف سے عالم الوہیت کی سپر کرتا ہے۔ حضرات مدفیہ اسی کیفیت کو الصلوٰۃ بمعراج المؤمنین سے تعبیر کرتے ہیں۔

بجدا خیر ندارم چو نماز میگذارم کہ تمام شدہ کوئے کہ امام شد قلاتے

ارباب ظاہر کے نزدیک نیت کی جمعیت اور حضوری قلب یعنی
 دل کو حاضر رکھنا اور خطرات شیطانی اور حدیث نفس سے دور ہونا
 یہ تمام باتیں امکان بشری سے خارج ہیں۔ کیونکہ نیت خیر اور وسوسے
 شیطانی یہ دو تون بھی دریا کے ول کی دو نہر ہیں ولون کو
 رجوع کرنا اور پھیرنا اور وسوسوں اور حدیث نفس سے بچانا اور
 انسان کو اس کی نیت خیر پر قائم رکھنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے اختیار
 میں ہے۔ اسی بنا پر وہ اپنے باطن کی طرف دیا وہ متوجہ نہیں ہوتے
 بلکہ مدعیان باطن کے دعویٰ کو باطل سمجھتے ہیں۔ صرف اوتھون نے
 ظاہری تقویٰ اور طہارت اور عبادت کو تکمیل شیوہ عبدیت
 سمجھ کر اپنی نیت اور ارادہ کو خدا کے سپرد اور حوالہ کیا ہے۔ اور
 اس کے اثبات میں اس قول سے استدلال کرتے ہیں۔
 ارادۃ اللہ غالب علیٰ ارادۃ الناس۔

لیکن ارباب باطن کے نزدیک عبادت کی درستگی اور مقبولیت
 خلوص اور نیت کی جمعیت اور حضوری قلب پر مبنی ہے۔ اور پھر
 خلوص اور جمعیت نیت اور حضوری قلب کے علاوہ ہر ایک عبادت

بالکل بے اثر اور غیر مفید ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ ظاہری عملوں کو باطن سے ایک خاص تعلق ہے برائے اوں کی اصلاح ہوتی ہے اور انہیں دیر سے وہ فاسد ہو جاتے ہیں۔ چلیے اعمال اور انہیں اور ذکر و نیت جو شخص ان اعمال باتن کو نہ جاسے اور اوں کے اثر کے طریقہ کو نہ پہنچائے اور اوں سے بچانے کی کوشش نہ معلوم نہ ہو تو ممکن نہیں کہ اوں کی کوئی عبادت، ظاہری سلامت رہے اور اوں کا درخت عمل پھول پھل لائے اور اس کے اثبات میں وہ ان احادیث اور دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔

الاعمال بالنیات

لا صلوات الا بالاحضور القلب۔

فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساهون۔

اوس کی حقیقت یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عملوں اور صورتوں پر نظر نہیں کرتا۔ بلکہ انسان کی نیتوں اور دلوں کو دیکھتا ہے۔ جب دل نظر گاہ خداوند عالم ہے تو یہ نسبت صفائی ظاہری یعنی جامہ اور تن کے وکی صفائی اور درشتگی مقدم اور اہم ہے اور تن کی صفائی نظر گاہ خلاق عام ہے۔

مکملہ صوفیہ

اوس کے دامن صفائی میں عجب ریا پیدا ہونے کا سنت اندیشہ ہے
 صرف جامہ اور تن خواست وغیرہ سے صاف اور پاک کرین۔ اور
 دل جس پر خدا کی نظر لگی ہوئی ہے اوس کو حادث نفسانی اور دلولہ
 شیطانی سے نہ بچانا اور اوس کی صفائی اور نیت کی جمعیت کی تدبیر کو
 نظر انداز کرنا یہ امر صرف افسوس ہی کے لائق نہیں بلکہ خدائے پاک
 کی نظر رحمت سے دور ہونے کی دلیل ہے۔ چونکہ حدیث شریف
 میں آیا ہے کہ جس کا ظاہر حق باطن خراب ہو تو اوس سے خدا بیز رہتا
 ہے۔ اور اوس کو اپنی دونوں جہان سے نکال دیتا ہے۔ پس ان دلائل
 سے ثابت ہے کہ نماز میں دل کی حضوری اور نیت کی جمعیت اور
 نماز کی کُنہ حقیقت کی شناخت بندہ پر لازم اور ضروری ہے۔ بجز
 صفائی باطن اور کیسوئی قلب کے اس طرح نماز درست نہیں
 ہو سکتی جیسے اوس کی اصل غرض و غایت ہے۔ کیونکہ دل بین
 جب دنیا کا خیال رہا تو عبادت کیونکر ہوگی۔ دل تو ایک ہے اور
 وہ ایک ہی شے کے ساتھ مشغول ہوگا اور وہ دوسری طرف
 کس طرح مشغول ہو سکے ایک دلیں و چیزوں کی محبت ممکن نہیں۔

این خیال است و محال است و جنون

ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دون

علاوہ اس کے دل بہنرل بادشاہ اور تمام خدو شہنشاہ رعبا با مہنہ -
جب بادشاہ نیک اور درست نہ ہو تو رعیت کب - رستہ در پستہ
ہو سکتی ہے بمصدق -

الناس علی دین ملوکہم -

چنانچہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے: "تن مین ایک شکر
کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سب عمل درست ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ
بگڑ جائے تو سب عمل بگڑ جاتے ہیں۔ عبادت کی ورثگی دل کی شکر
موقوف ہے۔ دل دو لشکروں کے درمیان میں بچنا ہوا ہے ایک
خواہش نفس معا اپنے لشکر کے دوسری عقل معا اپنے لشکر انسان کا
دل ان دونوں کے جدال اور قتال میں رہتا ہے۔ نفس اوس کا
کام خواہشات اُن چیزوں کی جس سے انسان ظاہری لذتوں سے
خوش ہوتا ہے۔ جیسے مال و متاع جاہ و جلال عجب نخوت وغیرہ یہ سب
صفات نفس کا لشکر ہے الہام اور صفات نیک جیسے صبر و توکل تسلیم
ورضا شکر و قناعت وغیرہ عقل کا لشکر ہے۔ ان دونوں لشکروں
میں ہمیشہ جھگڑا رہتا ہے۔ اور دل تنازعہ فیہ پر کبھی اس کا اور کبھی
اوس کا تصرف رہتا ہے۔ اس لئے محل مناجات اور دعا میں بندہ

لہ منہاج العابدین -

باطن تموج کرتا ہے جیسے سمندر ہوا چلنے سے موجیں اور لہریں تلاطم کرتی ہیں نماز بندہ اور اللہ میں ایک جوڑا اور وصل ہے۔ بندہ کا حق ہے کہ اس میں دل اور زبان کی موافقت اور نیت کی جمیعت اور حضور می قلب کے ساتھ اس خضوع اور خشوع سے اوکریں کو جس سے بندہ کو اللہ کے ساتھ ایک خاص نسبت پیدا ہو جائے۔ اور من و تو کا جو درمیان میں فرق ہے وہ اٹھ جائے۔

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جان شدمی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

پس تکبیر اولے میں دنیا سے اپنا ہاتھ اوٹھالیں اور لفظ اللہ میں تعظیم اس کی الف کے ساتھ اور ہیبت لام کے ساتھ پیدا کریں۔

ہے عشق کی نماز میں تکبیر کا یہ لطف

دو وزن جہان سے ہاتھ برابر اوٹھائی

بندہ اللہ اکبر کی سحر عظمت اور ہیبت میں غرق اور غائب ہو جائے تو باطن اس کا سر ہو جائے اور تمام دنیا اس کے طرح سیسہ میں

رائی کے دانہ برابر ہو جاتی ہے۔ علاوہ اس کے لطائف جمال۔ روح، طاقت، عظمت کے ساتھ نقص ہو جاتی ہے اور قلب نیت کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے۔ تو نیت بہت لطیف صفات کے ساتھ موجود ہو جاتی ہے۔ اور عظمت میں ایسی مند مچ ہو جاتی ہے کہ جیسے ستارے آفتاب کے نزدیک مند مچ ہو جاتے ہیں۔ پس درحقیقت اس صورت اور حال میں خطرات نفسانی کا فہر ہو جاتے ہیں۔ دل اس کے حوادث سے کبھی متاثر نہیں ہو سکتا۔ عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نماز میں خشوع وہ ہے کہ پڑھتے والا نہ جانے کہ اس کے واہنے طرف کیا ہے۔ اور بائیں طرف کیا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے ایک کلمہ بھی جو یواریا فرشتے پر لکھا ہوا اپنی نماز میں پڑھا تو اس کی نماز باطل ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ سے پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تعلقات کا توڑنا۔ اور قصد کا جمع کرنا اور اللہ کے ساتھ حاضر ہونا ہی غرض جو شخص نماز کے رموز و نکات سے باخبر ہو کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر نہایت خشوع اور خشوع اور اس کے مشاہدہ کے ساتھ پڑھتا ہے کہ گویا خدا ساعت کر رہا ہے اور وہ پڑھ رہا ہے تو اس کی دعا

پر دون کو چاک کر ڈالتی ہے۔ اور اللہ کے حضوری میں حاجت کی
مناقضی ہو کر ٹھہری ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ اوس کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ
اوس نے وعدہ فرمایا ہے۔

ادعونی استجب لکم

قد افلح المؤمنون الذین فی صلاتہم خاشعون ؕ

و عامیری نہ کیوں مقبول ہوگی

خدا کا سامنا ہے اور میں ہوں

عشق

سلوک کا یہ اہم ترین مسئلہ ہے اور اس کی تعمیر نہایت نازک اور مشکل ہے
اس نے تمام حکماء اور عقلائے دنیا کے شیرازہ خاطر کو منتشر کر دیا ہے
لیکن آج تک کسی کے بھی آئینہ تحقیقات میں اس کی صحیح محال تصور
نمایاں نہیں ہوئی۔ حکماء کے نزدیک یہ ایک قسم جنون سے ایک
مرض ثنابت ہوا ہے کہ جو حسین صورت دیکھنے سے پیدا ہو جاتا ہے
اور عبدالرزاق شاعر ظہوری نے شرح الہاب الحکم سے یوں نقل کیا ہے
کہ عشق عشقہ سے ماخوذ ہے اور عشقہ ایک ثنابت ہے اوس کو لہاب

کہتے ہیں۔ جس درخت پر پہلتی ہے اوس کو خشک کرتی ہے۔ یہی حالت
 عشق کی بھی ہے۔ جس کے دل میں طاری ہو جاتا ہے اوس کو خشک
 اور زرو کرتا ہے۔ اوس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو چیز مرغوب الطبع
 ہوتی ہے اوس سے دل کو انسیت پیدا ہو جاتی ہے علی العموم جس کو
 محبت کہتے ہیں اور اوس کے حاصل کرنے کی طرف طبیعت کا جو
 میلان زیادہ ہوتا ہے تو وہ شوق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جب
 جب حد سے تجاوز کرتا ہے یعنی بغیر اشیاء مطلوبہ حاصل کرنے کے دلو
 چہین اور قرار نہیں آتا۔ اوس حالت مضطربانہ کی انتہائی کیفیت کا نام
 عشق ہے جو انسان کے دل میں ایک چھپی ہوئی چنگاری ہے جس کو
 حضرات صوفیہ تجلی روح اور اہل فلاسفہ قوت مقناطیسی سے تعبیر
 کرتے ہیں۔ اور جب اوس کی کشش جس کی طرف ہو جاتی ہے اوس کو
 وہ کھینچ لیتی ہے۔ مثلاً کوئی گل شدہ چراغ کی لوموھوان کسی روشن
 چراغ سے مل جانے پر جس طرح گل شدہ چراغ روشن ہو جاتا ہے
 اسی طرح اوس کی بھی لومینی جس سے کہ اوس کو انس ہے اوس کو
 کھینچ لیتی ہے۔ اور اوس کے رنگ سے ہر رنگ اور اوس کے صفت
 سے متصف ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعینہ وہی ہوتی ہے بقول مولانا رام۔

رنگ آہن جو رنگ آتش است	ز آتشی می لافد و خامش و ش آہن است
------------------------	-----------------------------------

پس انا النار است لافش بے زبان
گویداو من آتشم من آتشم

چون بے سرخی گشت بچون ریزکان
شد ز رنگ طلع آتش محتشم

حضرات صوفیہ نے اصول عشق پر سلوک اور توجہ الی اللہ کی بنیاد قائم کی ہے۔ چونکہ قاعدہ اور تجربہ بھی اسی بات کا مقتضی ہے کہ معشوق اپنے پروردہ حسن میں ہمیشہ پوشیدہ رہتا ہے۔ اور عاشق اپنے جذبہ عشق سے معشوق کو پروردہ حسن سے ظہور میں لاتا ہے۔ اور وہ اس کے جلوہ حسن سے جلوہ گرا اور اس کے ہر ایک خواص اور صفات سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ جس کو حضرات صوفیہ وصل و وصال سے تعبیر کرتے ہیں۔ تاوقتیکہ عاشق میں معشوقیت اور معشوق میں صفات عاشق پیدا نہ ہوں وصل ممکن نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے بھی اپنے جذبہ عشق سے مخلوق کو پروردہ عدم سے عالم شہود میں لایا اور پھر آپ اپنے گم گاہ اور عزت کے پروردہ میں پوشیدہ کیا ہے۔ تاکہ مخلوق کو خالق سے عشق پیدا ہو کر مرتبہ وصل کو چھونچے اسی بنا پر کہ باب تعمیریت جو وحدت الوجود کے قائل اور ولد اوہ ہیں وہ خداوند عالم کے حسن ترتیب اور نظام عالم پر شیدا ہیں۔ اور انہیں کمال تکسیر اپنے پروردہ دل کو شمار کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک ذرہ کا اساتذہ

منظر خدا سمجھ کر اوس کے عشق میں نرق ہو جاتے ہیں۔ اور حالت امتداد میں وہ یوں کہتے جاتے ہیں۔

مقام وصل میں سو نہو تو اللہ ہے نہ بندہ ہے
فقط یک نام کی ہے قید قطرہ ہے نہ دریا ہے

ارباب باطن حضرت عشق کو رہنمائے منزل ملکوت اور پیشوائے منزل
لاہوت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولانا مسمومی نے اوس کے نسبت یوں
تصریف کی ہے۔

اے طیب چلے علت ہائے ما
عشق اندر لامکان جولان کند

شاو باش او عشق خوش سودائے ما
عشق گو بے بال و پر طیران کند

ارباب صوفیہ کے نزدیک عشق کی عظمت اور عزت بے حد اور بے
حساب ہے۔ بلکہ رند مشرب بجائے سلام و علیک کے عشق اللہ
کی یاد کرتے ہیں۔ درحقیقت محبت اور شوق اور عشق ایک ہی رشتہ کو
دیکھ کر ہیں۔ باعتبار ترقی محبت و کشش جذبات کے نام بھی بدل جاتا

قرار پائے ہیں حضرت عشق کی اصل حقیقت اور کیفیت سے وہی
حضرات ممتاز ہیں جو اپنے دل کو کسی کی محبت میں کھو بیٹھتے ہیں۔

عاشقی چھپت بگوندہ جانان بون

دل بدست دگرے داؤن حیران بودن

زکوات

زکوات اسلام کا تفسیر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پر فرض کیا
اور جن کے پاس کچھ نقد و زر و زیور نہیں ہے اُن کے لئے معاف فرمایا
ہے۔ ارباب ظاہر جو صاحب مال و زر ہیں وہ فی صد ڈھائی روپیہ جو شرعی
ہے ادا کرتے ہیں۔ اور اون کے نزدیک اوس کی غرض مال و زر کی
حفاظت مقصود ہے۔ لیکن ارباب باطن پہلے تو اپنے زویک
ذہ و زر پر بکھے ہی نہیں۔ اگر کہیں سے کچھ آجائے بھی تو اوس وقت
راہ اللہ میں صرف کرتے ہیں۔ اون کا نقد و زر و زیور فقر و فاقہ صبر و
تقناعت ہے۔ جیسا کہ ارباب ظاہر اپنی جسمانی قوت اور محنت سے
نقد و جہش و زر کما کر جمع کرتے ہیں اور اوس کی زکوات دیتے ہیں۔
اوسنی طرح ارباب باطن بھی کسب و ریاضت سے اپنے نفس کا جو کچھ

کرتے ہیں جس سے اون کا خائف دل اوصاف روحانی سے لبریز ہوتا ہے۔ اور اس چشمہ فیض کی سبیل سے ہر کس و تا کس سیراب ہو سکتا ہے۔ یعنی اون کا آئینہ دل انوار صدق و صفا علم و حیا جو و وسخا صبر و عطا سے منور ہو جاتا ہے اور اس کا عکس ہر خاص و عام پر آفتاب جہا تاب کی طرح سایہ فگن ہوتا ہے۔ غرض اون کے نزدیک خلق خدا کو رحمت روحانی اور اخلاق ربانی سے ممتاز نہ کرنے کا نام زکوۃ ہے۔

روزہ

روزہ اہل اسلام پر چوتھا فرض ہے۔ جس کی سال بھر میں ایک ماہ کی قید ہے۔ روزہ کی فضیلت اور فوائد بے حدود بے شمار ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ملکوت کا دروازہ کھٹکھٹایا کر وہ تمہارے لئے کھل جائے گا۔ لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح اس کی مدد و مست کریں آپ نے فرمایا کہ بھوک سے پیاس سے تشنگی سے۔ حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم کے نفس میں شہر کی ہزار عضو میں جو سب کے سب شیطان اپنے قبضہ میں ہیں میں جس سے اس کو تعلق ہے۔ اس نے اپنے نفس کو خالی کیا اور بھوکا رکھا تو اس کا کلمہ دیا یا نفس اس کو راضی

ہو گیا تو تمام عضو او س کے خشک ہو جاتے ہیں اور بھوک کی آگ
 میں جلتے ہیں اور شیطان او س کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے اور
 جب او س نے شکم بھر لیا اور خلق او س کا چھوڑا تاکہ شہوت کے
 خوب مزے چکے تو او س کے عضو اور تازہ ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان
 کی قوت بڑھتی ہے۔ حضرات صوفیہ کے آداب میں ظاہر اور باطن کا
 ضبط اور حفظ و پاس ہے یعنی ہر ایک گناہ سے اپنے ہر ایک عضو کو
 روکنے کا نام روزہ ہے۔ کیونکہ روزہ صفت صمدیت سے متصف ہو۔
 تمام چیزوں سے احتراز کرنے سے انسان صفت ربوبیت سے ممتاز
 ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرات صوفیہ ہمیشہ اپنے تمام عضو پر ضبط کرتے
 ہیں اور اپنے چراغ دل کو خواہشات نفسانی کی ہوائ سے بچاتے ہیں
 نہ وہ کسی کی برائی کو کاذن سے سنتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں
 نہ وہ کسی نا جائز چیز کو اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہیں نہ کہیں منزل
 تسلیم و رضا سے اپنا قدم اوٹھاتے ہیں۔ نہ کسی چیز کو سوائے خداوند
 عالم کے اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ دائم الصوم کے
 خطاب سے ممتاز ہیں جو شخص اس طرح اپنے ہر ایک عضو کو پرہیز
 سے روزے تو او س کا آمینہ دل انوار الہی سے منور ہو جاتا ہے اور
 اتمام دقائق اس پر کھلیا سکتے ہیں۔ معصیت شاہ ابو علی قلندر نے اس ضمن میں

ایک ہی شعر میں کیا خوب ادا کیا۔

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند | اگر نہ بینی سرق برانجند

حج

حج کرنا اسلام کا پانچواں فرض ہے۔ خداوند عالم نے تمام عمر میں ایک وقت صاحب استطاعت پر فرض کیا ہے اور غریب اور مفلس کو معاف فرمایا ہے کعبہ بیت اللہ کا نام ہے اس کے انومی معنی بلندگی کے ہیں۔ بنار کعبہ زمین سے مرتفع اور بلند ہے۔ اور اسلام میں اسکا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔

ارباب ظاہر کے نزدیک بیت اللہ خانہ خدا سے مراوہتے۔ اور اس کا طواف عشق اور محبت خدا کی بین دلیل ہے۔ لیکن اصحاب صوفیہ کے پاس قلب جس کی شان میں حق سبحانہ تعالیٰ نے قلوب المومنین عرش اللہ فرمایا ہے اس کا درجہ سب سے بدرجہا بڑا ہوا ہے۔ اور وہ حقیقت قلب کو خانہ خدا سے تعمیر کرتے ہیں۔ اس کی نگاہیں قریب الہی کی عین دلیل سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ لطائف سبتہ میں قلب لطیف دوم ہے اور نفس لطیفہ اول ہے۔

جس کے لغوی معنی جان اور روح اور حقیقت شے کے ہوتے ہیں۔ لیکن اصطلاحات صوفیہ میں اس کے معنی ذات اور وجود مطلق کے قرار پائے ہیں جس سے ہر شے اور ہر اروہ کا ورود ہوتا ہے۔ اور جس شے اور جس اروہ کا ظہور ہوتا ہے تو سب سے پہلے لطیفہ قلب پر ہوتا ہے اسی بنا پر حضرات صوفیہ اس کی عظمت اور عزت اور نگاہداشت کو سب پر مقدم سمجھتے ہیں اور اس کی نگاہبانی کو طواف سے منسوب کرتے ہیں۔ یعنی لطیفہ قلب کے گرد و جوانب اون کی روح لگی رہتی ہے کہ اس میں خطرات شیطانی کا دخل نہ ہو اور اس طریقہ محافظت کا نام مراقبہ ہے۔ کثرت مراقبہ میں ہر ایک کے خاص حالت طاری ہوتی ہے۔ یعنی لطیفہ قلب سے گذر کر بحر حقیقت نفس میں محو اور غرق ہو جاتے ہیں۔ اور اس کیفیت کو وہ مع اکبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اوسنی حالت وجد میں اون کی زبان سے ایسے کلمات بھی بڑھ جاتے ہیں۔

دل گذرگاہ جلیل اکبر است	کعبہ بنگاہ خلیل آفر است
طہارت	طہارت

آئینہ دل چون شہ و صفائی و پاک	نقشہا بینی برون اذ آب و خاک
-------------------------------	-----------------------------

طہارت کے لغوی معنی پاک ہونے کے ہوتے ہیں۔ اور عبادت کے لئے طہارت شرط ہے۔ بغیر طہارت کے کوئی عبادت درست نہیں ہو سکتی۔ ارباب ظاہر کے نزدیک جامہ اور تن نجاست بول و پراستہ پاک رکھنے کا نام طہارت ہے۔ لیکن ارباب باطن کے پاس جامہ اور تن نجاست وغیرہ سے پاک رکھنے کے علاوہ دل کی صفائی یعنی کدورت طبعی اور ہوائے نفسانی اور افعال حیوانی جن کو اصطلاح صوفیہ میں ظلمات ثلاثہ کہتے ہیں۔ اس سے آئینہ دل کو پاک اور صاف کرتے کا نام طہارت ہے۔ یہ نسبت صفائی ظاہری کے باطن کی صفائی نہایت اہم اور مشکل تر ہے۔ اور بغیر صفائی باطن کے کوئی تحم عمل صفحہ دل پر کبھی سر و سبز و شاداب نہیں ہو سکتا۔

زمین شور سنبل بر نیارو	درو تخم عمل ضلیع مگر وان
------------------------	--------------------------

مثلاً کسی سخت اور سنگلاخ زمین کو صرف اوپر ہی جب اڑ کر صاف اور پاک کریں اور اس میں کسی قسم کا تخم پو یا بیاں نہ کریں۔ ممکن نہیں کہ وہ اچھا

اوسکے اور شادابی حاصل کر سکے تا وقتیکہ اوس زمین کی اندرونی سختی
 رفع ہو کر پاک اور صاف نہ ہو۔ جب ہر ایک تخم کی روئیدگی کا وار و مدار
 زمین کی اندرونی اور بیرونی کی صفائی پر منحصر ہے تو صرف زمین کی بیرونی
 صفائی سے کوئی تخم سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ظاہری
 جامہ اور تن صاف کریں۔ اور دل جس پر ہر ایک تخم عمل کے روئیدگی
 اور شادابی کا وار و مدار ہے۔ اوس کو ہوائے نفسانی اور افعال حیوانی
 سے آلودہ رکھ کر عبادت کریں تو ممکن نہیں کہ وہ انوار مقبولیت سے
 نورانی ہو سکے کہ جب تک اوس کی اندرونی درستگی اور صفائی نہ ہو۔

ظاہری صفائی بہت آسان ہے۔ بلکہ تھوڑے پانی سے جامہ اور تن
 پاک ہو سکتا ہے۔ لیکن دل کی صفائی بہت دشوار ہے۔ اگر اوس پر
 دریا بھی پھر جائے تو اوس کی صفائی ممکن نہیں۔ اسی بنا پر حضرات
 صوفیہ باطن کی صفائی میں بڑی بڑی کوششیں کرتے ہیں۔ بلکہ ہوائے
 نفسانی کے ساتھ ہمیشہ اون کا جدال و قتال رہتا ہے۔ جس کو اون
 کے اصطلاحات میں جہاد اکبر کہتے ہیں۔ جب کہیں اون کا باطن درست
 ہوتا ہے۔ اور اون کے صفحہ دل پر ہر ایک تنہا عمل پھول پھل لاتا ہے
 جس کے سایہ رحمت میں ہزاروں بندگان خدا آرام و راحت پاتے ہیں۔
 اور اون کے باطنی مہینان سے ہر خاص و عام فیضیاب ہو جاتے ہیں۔

توکل

توکل کے لغوی معنی خدا پر اعتماد کرنا اور دل اوٹھانا اور خدا کے طرف متوجہ ہونے کے ہوتے ہیں۔

وہ حقیقت توکل روح مجبور کا ایک وصف اعظم ہے اور تمامی اوصاف یعنی زہد و تقویٰ صبر و عطا تسلیم و رضا حلم و حیا و غیرہ قالب روح کے اعضاء اور جوارح ہیں تو یہ اوس کی جان ہے۔ بالخصوص آنکھ عبادت کا ستون اور برج حقائق کا نزدیکان ہے اور ہر ایک عبادت کی درستگی مرتبہ توکل پر منحصر ہے۔

عبادت میں ترقی جز توکل کے نہیں ممکن
توکل نزدیکان ہے یعنی اُس بام عبادت کا

انسان کو جب مرتبہ توکل حاصل نہ ہو تو اوس کا دل فراقِ ربی میں مہنون بن کر پھٹکتے پھرتا ہے۔ عبادت کی مقبولیت اور درستگی قلب کی اطمینان کے ساتھ متعلق ہے تو انسان بغیر یہ توکل کے کبھی عبادت میں قدم اوٹھا نہیں سکتا۔ اس لئے خداوند عالم نے

رزق کا ذمہ دار اور کفیل انجوائے وَمَا مِثْنُ ذَا بَةِ فِي الْاَرْضِ
 اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَرَزَقَهَا۔ ہو گیا ہے تاکہ وہ اپنے رزق و روزی سے
 بے فکر ہو کر اطمینان قلبی کے ساتھ عبادت میں مشغول رہے۔ کیونکہ فکر
 معاش نفس عبادت کی سخت دشمن ہے۔ اوس کے رفع کرنے کے
 لئے اللہ تعالیٰ رزق پہنچانے کا خود ضامن اور ذمہ دار ہو گیا ہے۔
 اور اُس نے مقدار رزق اور وقت موت بلا بشرط اور بلا کسی فعل کے
 ان دونوں کو مستثنیٰ کر کے لوح محفوظ پر لکھ دیا ہے جس میں کم و بیش
 ہونے کا مطلق احتمال نہیں ہے۔ جس کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ توکل
 کے متعلق اہل علم اور صاحب باطن کے مختلف مختلف رائیں ہوئیں ہیں
 بعض علماء نے توکل کے معنی دل سے خدا پر اعتماد کرنا اور قطع کرنا
 اور غیر اللہ سے نا امید ہونے کے فرمایا ہے۔

اور بعض نے توکل کے معنی لفظ توکل مشتق و کالت سے ہونا ظاہر
 کیا ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ توکل کرنے کے یہی معنی
 ہونے چاہئے کہ اوس کو اپنے کام اور اصلاح کا وکیل اور ضامن جانے
 اور یہی بحکاف اس پر اکتفا کرے۔

پیش نے فرمایا ہے کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ خدا سے تعالیٰ کے

ایسا سپرد ہو جائے کہ جیسا میت غسل کے سپرد ہو جاتی ہے اوسکو جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اوس میں کوئی حس و حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی۔ غرض ان تمام مختلف اقوال کے منفر سخن سے بھی نتیجہ مترشح ہوتا ہے۔ خدا کے وعدہ پر پورہ بہرہ و سہ کرین اور اوس کو اپنی روزی اور رزق کا کفیل جانے۔ لیکن توکل کی تعریف مجملہ اور مختلف الفاظ اور جداگانہ پیرایہ میں ظاہر ہونے کی وجہ اوس میں ہر چیز کی ذمہ داری اور ضمانت کا پہلو خدا کے پاک کی طرف منسوب ہو جانے کا گمان کیسی قدر ہو جاتا ہے۔ جو لوگ پایہ کلام اور منفر سخن سے نا آشنا ہیں وہ اپنے کل اعمال و ان کی ذمہ داری کو جس پر عذاب و ثواب کا وارو مدار ہے اوس کو خدا کے سپرد کر کے جزا اور سزا کے شکنجہ سے الگ تہلک ٹھکانا چاہتے ہیں۔

لیکن اون کا یہ پہلو معرکہ عذاب و ثواب میں سبب سپر نہیں بن سکتا کیونکہ عذاب و ثواب انسان کے عملوں اور سببوں کے ساتھ متعلق نہیں جن کے جیسے عمل ہوں گے ویسا ہی خدا سے تعالیٰ بھی اون کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ جن کے عمل جس قدر نیک ہوں اوسی قدر اوس کا ثواب اون کو ملے گا۔ اور جس قدر بد ہوں اوسی قدر عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ بغورائے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرا

و من یعمل ۛ تقال ذرّٰہ نشرّاً لکّٰہ - ۛ انس مذاہب ۛ ثواب کی کم ۛ بیشی انسان کے علموں اور سمیوں پر موقوف نہ ہے جس کو تقدیر معاق کہتے ہیں ۛ انسان اس قسم کا توکل اختیار کر لیں تو بگناہ محصوم نہیں بننا خداوند عالم صرف رزق اور روزی کا شمار اور ذمہ دار ہو گیا ہے ۛ اور مذاہب اور ثواب کا بار انسان کے علموں اور سمیوں اور بھار رکھا ہے ۛ

و تحقیقت توکل ۛ سے رزق ۛ مضمون ہے ۛ جس کا خدائے تعالیٰ ضمان ہو گیا ہے ۛ کیونکہ ہماری ۛ چہ خلقت محض شیعہ ۛ مہودیت کے ساتھ مخصوص ہے ۛ اس لئے خدائے پاک نے ہماری خلقت کے ساتھ ہی رزق کا بھی ذکر فرمایا ہے ۛ اللہ خلقکم ثم رزقکم ۛ

تاکہ انسان اپنی روزی اور رزق سے مطمئن ہو کر فراغ ولی کیساتھ عبادت کریں اور جو لوگ سست ۛ دل اور ناتوان ہوتے ہیں وہ ہمیشہ تروا اور تفکر رزق میں ایسے رہتے ہیں جیسے گدہا تھان پر اور ہر غ قفس میں ہر وقت اپنے مالک کے گھائش اور وانہ پر مضطرب اور منتظر رہتا ہے ۛ ایسے لوگوں سے اہم کام جیسے علم و عبادت ممکن نہیں ۛ اور جو لوگ متوکل ہوتے ہیں اگر وہ کسی کام کو شروع کرنا چاہتی

ہیں تو خدا کے وعدہ پر پورا بھروسہ کر کے بڑی قوت سے ساتھ شہر
 کرتے ہیں۔ اور ان کو خدا کی ذمہ داری کا بالکل بھروسہ ہو جاتا ہے
 اور کسی کے ڈرانے اور شیطان کے بہکانے پر خیال نہیں کرتے۔
 پس انسان کو چاہئے کہ سب سے پہلے مرتبہ توکل کو حاصل کرے
 یعنی اپنی روزی اور رزق کا خدا پر پورا بھروسہ کر کے اس کی طرف
 متوجہ اور اس کی عبادت میں رہے۔ کیونکہ خداوند عالم کا وعدہ
 کبھی ٹل نہیں سکتا۔ وہ اپنے وعدہ پر مضبوط اور مستحکم ہے انسان کو
 اس کے وعدہ پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مثلاً کسی نیا دار
 کی دعوت چھوٹنے پر انسان اپنے کھانے اور پکانے سے بے فکر
 ہو کر جب اس کے بھروسہ پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ تو کیا خداوند عالم کا
 قسمیہ وعدہ ہمارے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے۔

اور جو شخص اس کے وعدہ کو یقین نہ جانے اور وہ اس پر اپنے
 رزق کا اعتماد نہ کرے تو اس کا نتیجہ بالکل اس نقل کے موافق ہوگا۔
 ایک کفن چوڑے حضرت بایزید کے ہاتھ پر توبہ کی حضرت بایزید نے
 جو اس کا حال پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں اپنی مدت العمر میں ہزار
 قیر کھولی۔ لیکن ذرا آدمیوں کے سوا اور کسی کا منہ قبلہ رو میں نہ

نہ دیکھا حضرت بایزید بسطامی نے اس کا سبب یہ بتلایا کہ وہ لوگ
خدا کے باب میں اور خدا کے فرمانے کو مضبوط نہیں جانتے تھے۔
اس لئے خدا وہ عالم سے اُن کے منہ پھرے ہوئے تھے۔

عرض جو لوگ خدا کے وعدہ پر اتنا و نہیں کرتے اور اس کے دل کو
مضبوط نہیں جانتے وہ راندہ درگاہ الہی ہیں۔ اُن کا حال روزِ حشر
میں بھی ہوگا۔ بعض بعض سست کابل و جودیس سے محنت اور

مشقت نہیں ہوتی وہ تو لفظ توکل کو کسب اور ذلیہ رزق سمجھ کر
کسی صحرا اور اس مقام پر جہان فقر اور سساکین ٹھرتے ہیں وہ
قیام اس نہایت سے کر کے گریہ مسکین کی طرح جہانک اور تاک میں

ہمیشہ رہتے ہیں کہ وہ ام الناس اُن کو متوکلین میں شمار کر کے نذر دنیا
میں بلا کر اُنہیں لے چھو اچھے کمانے کھلائیں اور خدمت کریں بیکل
ایسے مصنوعی متوکلین کے وام و ذور میں پھنس کر اچھے اچھے لوگ

خراب ہو رہے ہیں۔ خدا ایسے متوکلین سے بچا۔ اے یہ تو توکل کے
جامہ میں دنیا کمانے والے ہیں بمصدق۔ الدنیا ذوالا
یحصل الا بالاعرود۔ اور جو حقیقی متوکل ہے اُن کا توکل ہم پر

بمشکل ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اپنے توکل کو اس قدر چھپاتے ہیں کہ کسی
کسی طرح ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ایسے مشہور مقاموں جیسے خانقاہیں

اور مساجد وغیرہ جو گزرگاہ خلافت ہے۔ وہ ان ہرگز نہیں ٹھہرتے کہ جو کر
لوگوں پر توکل اون کا ظاہر ہو جائے گا۔ اور اذن کی عزت اور وقار
کریں گے۔ اور دنیا کی نعمتیں پر تہ خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ تو
اون کے توکل میں خلل آئے گا۔ اور نفس کہ عجب و۔ یا کی طرف
میلان ہوگا۔ اس لئے وہ ایسے مشہور مقاموں کی ہوا سے اپنے
چراغ توکل کو بجھاتے ہوئے رہتے ہیں۔ خداوند عالم ایسے ہی مشاہدین
اپنا دوست رکھتا ہے۔ یہی لوگ تھے ایمان اور اسلام والے ہیں
انہیں کی شان میں خداوند عالم نے فرمایا ہے۔
وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

خلوص

خلوص کے لغوی معنی دوستی خالص یعنی محبت الہی ہو یا کوئی عبادت
اور ریاضت ہو۔ محض خدا کے لئے ہو۔ اس میں خود غرضی کا لاگ
اور لگاؤ مطلق نہ ہونے کے ہوتے ہیں۔ تمامی اوصاف اور اخلاق
میں خلوص ہی۔ ایک وصف خاص ہے کہ جس کے معنی اور اصول
میں کسی قوم اور مذہب و ملت کو اختلاف نہیں ہے۔ خلوص سنے
اپنی حقیقت کا صورت اس بلند آہنگی سے چھوٹکا ہے کہ ہر نبی نوع انسان

کے دل و دماغ سے ایک ہی آواز بازگشت ہو رہی ہے ۔

خصوصاً تمام اوصاف روحانی انہیں حقیقت انسان کے حواس خمسین
تو یہ اوس کی روح ناطقہ ہے۔ خلوص مہربانیت کا وہ چراغ ہے
کہ جس کی لو پر رحمت الہی بھی پروانہ بن کر گر جاتی ہے۔ لیکن اوس کے
اسرار اور غوامض کے علم و عمل سے وہی حضرات ممتاز ہیں۔ جن کا مرنے
اور جینا محض خدا ہی کے لئے ہے۔ اور جن کا ائینہ دل عجب وریا کے
مگر دو ستار سے پاک اور صاف ہے۔

بہر شخص کا دعویٰ یہ ہے کہ اوس کا بہر فعل خلوص پر ہی مبنی ہے ۔
اوس میں اوس کے خود غرضی کا محقق اثر کس قدر شامل ہے اوس کا
علم اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اوس کی پوری پوری اطلاع
انسان پر ممکن نہیں۔ کیونکہ خلوص کا معیار آج تک ایسا کسی نے بھی
قائم کیا ہے نہ کوئی کر سکتا کہ جس سے یقینی اندازہ ہو سکے کہ انسان کے
بہر فعل میں خلوص اور خود غرضی کا حصہ کس طرح اور کس قدر ہے ۔
انسان صرف تشبیل یا حکایت کے پیرایہ میں اوس کا فیصلہ خود آپ
اپنے دل ہی میں کر لے سکتا ہے کہ اوس کا بہر فعل مشرف بہ شرف
خلوص کس قدر ہے۔ جس کا فعل جلوہ خلوص سے جلوہ گر ہوتا ہے
تو وہ شاہد رحمت رب العظمیٰ ہے ۔ ۱۰۔ رجوع عبادت زیور خلوص سے

آراستہ ہوتی ہے تو مقبولیت بھی شیدا ہو کر اس کے گدگدے ہو جاتی ہے
 خلوص سے عبادت کو ایسا تعلق ہے جیسا کہ گل کو نگار سے اور کان
 مکین سے ہوتا ہے۔ اور جس گل میں بو نہ ہو اور جس مکان میں مکین نہ ہو
 تو اس کا وجود جس طرح بے کار سمجھا جاتا ہے اسی طرح بغیر خلوص کے
 ہر ایک عبادت اور ریاضت کا وجود محض بیکار اور بے سود ہے۔

جلوہ گریا نہ ہوتی میں تو جان بیچ ہے بیچ
 جو مکان میں نہ مکین ہو تو مکان بیچ ہے بیچ

تواضع

ذروتنی است دلیل رسیدگان لہال | کہ چون سوار بہ نزل رسید پیادہ شود

توکل اور تواضع یہ دونوں آفتاب روح کے پر نور ہیں توکل مکارم اخلاق
 کا رخ زیبا ہے تو تواضع اوس کا حسن رونق افزا ہے بالخصوص توکل
 و بیجا عبادت کا ابتدا ہے۔ اور تواضع شیوہ عیدیت کی انتہا ہے۔
 اور ہر ایک عبادت اور ریاضت کا نتیجہ اور عہد و رب کے فراق
 و وصال کا دار و مدار ان دونوں کمالات روحانی کی قوت پر منحصر ہے

بندہ تو محض توکل پر سوار ہو کر میدان عبادت اور یا خدمت میں جس قدر ہمت اور استقلال کے ساتھ قدم بڑھاتا ہے اسی قدر محل تقرب الی اللہ اوس کے قریب ہو جاتا ہے۔ جس کا پہلا دروازہ مرتبہ تواضع ہے۔ جب بندہ محل تقرب کے قریب پہنچتا ہے تو انوار عظمت اور ہیبت الہی اوس پر اس قدر طاری ہو جاتے ہیں کہ جس سے وہ بارگاہ خداوندی میں متواضع ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ نہایت عجز و انکساری سے اپنا سر جھکا دیتا ہے۔ اور وہ اسٹپ آپ کو اس قدر حقیر اور ذلیل اور ناچیز سمجھتا ہے کہ بالکل مٹی کی صفت جس کا عنصر یا پغمیر ہے اوس سے وہ بالکل متصف ہو جاتا ہے۔

بندہ شلخ پرمیوہ سر بر زمین

تواضع کند ہو شمسند گزین

مسئلہ تواضع میں علماء اور فقرا میں اختلاف رائے ہے لہذا ان علیہ السلام نے کہا ہے۔ ہر ایک شے کے لئے سواری و رکاب ہے۔ محل کے سواری کا مرکب تواضع ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے تواضع کی نسبت پوچھا گیا۔ اوصحون نے فرمایا کہ بازو کا جھکانا اور پہلو کا نرم کرنا ہے۔

بہ عارف المعارف۔

اربابِ ظاہر کے نزدیک بظاہر لوگوں کے ساتھ محبت سے ملتا اور اون کی آؤ بہگمت اور جس قدر ہو سکے ہر شخص کے ساتھ نرمی اور فروتنی اور عاجزانہ برتاؤ کرنے کا نام تواضع ہے۔ لیکن اس جاہلہ تواضع میں اون کی مہر مقبولیت اور شہرت اور ہر لغز نرمی کے انوار علانیہ نمایان ہو جاتے ہیں جو بالکل ریا اور عجب پر مبنی ہیں۔

لیکن حضراتِ صوفیہ کا طریقہ تواضع اور اوس کا مفہوم جو علما اور عوام اس کے ولوں پر سکھ رہے ہیں اس کی طرح چسپان ہے۔ اوس سے بالکل فرار اور جداگانہ ہے۔ اون کے نزدیک اکتسابی اور ریاضی جزئیات میں سے سالک کی حالت مقام فنا میں فروتنی اور مسکینی کے سانچے میں قدر تا جوڑا ہوتی ہے۔ اوس سے اون کے تواضع کا سلسلہ رشتہ وڑا ہے۔ اور انسان جب تک عشق اور محبت الہی میں فنا نہ ہو اون کے نزدیک حق ربوبیت اور شیوہ عبودیت بالکل ناتمام ہے۔ اور اوس کی حقیقت یہ ہے کہ سلوک میں فنا اور بقا دو وزن مقاماتِ الہیہ میں متقابل ہیں مقام فنا میں سالک پر فروتنی اور عاجزی غالب ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے مقام بقا میں سالک کی حالت جلال اور عظمت اور انانیت سے لبریز ہو جاتی ہے جس کی ہستی محبت اور عشق سے سوز گزرا

میں فنا ہو جاتی ہے تو اون کے ذرہ ذرہ سے یہ صدا بلند ہوتی ہے ۔

غریبیم عاجزیم و خاکسارم	خداوند از عصیان شرمسارم
-------------------------	-------------------------

بخلاف اس کے باوجود وحدت نے جن کے دل و دماغ کو مست اور سرشار کیا ہے اون کی طوطی زبانی کے ترانہ حقیقت کا یہی نغمہ ہے ۔

ماہیم کہ در ہر منطے جلوہ نمایم	چون بر سر اظہار خود آئیم خود آئیم
ماہیم کہ خورشید چنانہ تاب چہ آئیم	تا بندہ در خشنود ز بالائے سماہیم

من خدایم من خدایم من خدا	فارغم از کبر و کیستہ از ہوا
--------------------------	-----------------------------

وجدانی اور ذوقی حالت کا مرکز عالم تقاس ہے اور مجز و فز و تنہی کا سلسلہ عالم قناس سے وابستہ ہے ۔ یہ دو وزن ہا کمال جذبات سالک کے دل میں بجز و غار کی طرح موجزن ہوتے ہیں ۔ سالک جب جذبہ قنایں مجز ہو جاتا تو دائرہ عاجزی اور فز و تنہی میں گرفتار ہو جاتا ہے ۔ اور جب جذبہ اقصا کا تصرف اوس پر ہوتا ہے تو قید ہستی سے الگ اور بے نیاز ہو کر روحانی

خدائی کا کرتا ہے۔ مقام بقا اور عالم استغراق میں جو کلمات خلاف شریعت
سالکان سلوک کے نوک زبان سے بیساختہ ٹپک پڑتے ہیں۔ اوں کو
شطح اور شہاب کہتے ہیں۔

غرض عالم فنا کی انتہائی کیفیت جو سالک کے دل پر بالا راہ عابدانہ
خاکسارانہ طاری ہو جاتی ہے۔ اوس کو حضرات صوفیہ تواضع سے تعبیر
کرتے ہیں۔ تواضع کی عظمت بہ نسبت اور اوصاف روحانی کے ہر جہا
بڑی ہوتی ہے۔ اوس کے تعبیر کے لئے ایک مختصر نقل جو حقیقی تواضع
کی تصویر ہے وہ یہاں لکھی جاتی ہے۔ جس سے اوس کی عظمت
اور بلندی جس قدر ہے اوس کا اندازہ اچھی طرح سے ہو سکے وہ
یہ ہے کہ ایک شاہ صاحب جو کشتہ فنا تھے کسی بادشاہ کے تخت
خاص پر جا کر بیٹھے اور ارکان دولت اور پاسبانوں نے اوس کو اوپر
اٹھانے کی بڑی بڑی تدبیریں اور کوششیں کیں اور انھوں نے
وہاں سے اپنا قدم تک نہ اٹھایا۔ اسی اشار میں بادشاہ اپنے وقت
مقررہ پر پہنچا۔ شاہ صاحب کو تخت پر دیکھ کر اوں سے پوچھا کہ تم کون
ہو؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ پھر شاہ صاحب نے
پوچھا کہ تو کون ہے۔ اوس نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں
پھر انھوں نے فرمایا کہ اس کے آگے کیا ہو گا۔ اوس نے کہا کہ میں

شہنشاہ ہو گا پھر انھوں نے دریافت کیا کہ اوس کے بعد کیا ہے۔
 اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں تو شاہ صاحب نے کہا کہ بھائی ابھی تو
 تجھے دو درجہ ملے کرنی ہیں جب کہیں تجھے رتبہ حاصل ہو گا بادشاہ
 کا دل اس جگہ سے سخت متاثر ہو گیا اور اون کے قدم پر گر پڑا اور اون
 کے ہاتھ پر اوس نے توبہ کر لی۔

ادکار و اشغال

ورود یو اچون آئینہ شد از کثرت ذکر
 ہر کجائی نگرم تو خدای مہیم

حضرات صوفیہ اور سالکان سلوک ظاہری عبادات معینہ سے فارغ
 ہونے کے بعد جن جن ادکار اور اشغال کے ذریعہ تقرب الی اللہ پیدا کرتے
 ہیں۔ اون میں سے چند ادکار اور اشغال یہاں لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ
 طالبان حق اوس سے واقف ہو کر منازل و مراتب الیہ کے پلے
 کرنے میں آسانی ہو۔

ادکار اسم ذات

بجس دم و بکشاو گی چشم اس قدر اللہ اللہ کہتے جا میں کہ زبان میر حشیم

نیزہ ہو جائے اس کے بہت فوائد ہیں۔ اونی قائدہ یہ ہے کہ دل سے اختیار و ذکر ہو جائے۔ بعد اس کے اعضائے جسمی اور جمیع اشیاء ممکنات کو ذکر و کیچے اور کانوں سے سننے ٹھوڑی ہی مدت میں مقام فنا اور تقابل اللہ کا حاصل ہو جاتا ہے۔

ذکر چہار ضربی اور نفعی و اثبات

جہاں سے مہر و میٹھکر لاگو درمیان زانوں کے کہنچکر اور پر زانوں سے چپ کے لاسے اور الہ کو کتف راست پر ضرب دیکر ہا کو کتف و بازو سے چپ پر ضرب دے اور چوٹی الا اللہ کو درمیان اپنے دل کے لگائے۔
 ۱۰ اسی جو کہ ضربات ثلاثہ کلمہ لا الہ میں اشارہ ہے۔ اور نفعی ان تینوں یعنی خطرات شیطانی اور نفسانی و ملکی پر۔ اور چوتھی ضرب الا اللہ کی اشارہ ہے اثبات ذات حق سبحانہ تعالیٰ پر۔

پاس انفاس

ہر وقت برآمد نفس لا الہ اور وقت درآمد نفس الا اللہ کہتے ہیں یا بخلاف اس کے اللہ اللہ یا ہمہ کہتے ہیں غرض کوئی دم ذکر الہی سے خالی نہ جائے۔

ذکر اثرہ

وونون ڈانویٹھکروونون ہاتھ ڈانوپر رکھے اور لا الہ کہتے ہوئے دم کی کشش کے ساتھی سب دھابو اور لا الہ کہتے ہوئے ضرب لگائے طریقہ دوم یہ ہے کہ کپڑے ہو کر وونون ہاتھ ملائے اور بجانب زمین کچ ہو کر لا الہ کو تخت ناف سے ہد شد اس طرح کہنیچے کہ سر و پشت برابر ہوں پھر خم ہو کر لا الہ کی ضرب دل پر لگائے جب طرح کہ اثر کش لکڑی پڑا چلا تا ہے اس طرح آواز کشش کو تختہ دل پر جاری کرے

ذکر قلب

بلا تعین جلسہ حبس دم کرے اور بتصور اسم ذات و لکھ جنبش ویکر عمدہ کو بالا کشش کرے اور نیچے لائے غرض علی التوا تر اس طرح کرے جب نفس تنگی کرے تو آہستہ سے چھوڑ دے اور پھر اس طرح شروع کرے پس ہر مرتبہ بین مجلس دم کو ترقی دیتے رہے تاکہ بظاہر و باطن بہتتی مطلق ظہور کرے۔

ذکر روح

وونون ڈانویٹھ اور ہوا اول کہتے ہوئے ایک ضرب پہلو سے راست لگائے اور ہوا آخر پہلو سے چپ ہو انظار ہر میان نماون ہو انظار

اپنی ذات میں ضرب لگانے اور پھر از سر نو شروع کرے فائدہ بے غایت ہے۔

ذکر سر

موافق جلد مذکور کے بیٹھے اور یا شاید کہتے ہوئے تا با فرب لگائے اور آنکھیں کھلی رکھے اور تصور کرے کہ ذات اس منقعات میں متغیر ہے پھر یا شاید کہتے ہوئے درمیان اپنے ضرب و سسہ اور آنکھیں بند رکھے اور فکر کرے کہ معنات اپنی ذات میں متغیر ہے۔ پس اسی طرح متواتر کرے چند دور میں نکاشٹہ حاصل ہو جاتا ہے۔

ذکر تداوی

وولون زانو استاده کر کے اس طرح بیٹھے کہ سر و سر پ زمین پر رہے اور وولون ہاتھ پیوستہ بجانب آسمان ورا ذکر کرے اور وولون زانو ہو کر لٹا کر کہے پھر وہاں سے اپنی شستگاہ پر اگر وولون ہاتھ چھو کر لا لے کہتے ہوئے سینے پر ضرب لگائے اس طرح پے در پے کرے فائدہ اسکا بحد ہے۔

ذکر مشاہدہ

چار ذانوں میں ہر نفی موجود است و اثبات واجب الوجود کا پیش نظر رکھے

اور حالت نفی اور اثبات میں زانوئے چپ سے لامعین و ولا مطلوب
ولا محبوب و لا موجود کہتے ہوئے سر کو بجانب کتف راست لیجا کر لائیں
درمیان اپنے ضرب کرے و ہوالا اللہ کو تحت ناف سے ام الدماغ تک
پھونچا دے اور ساتھ ضرب ہو کے درمیان اپنے لگا اور سر سے شروع کریں

شغل آئینہ

آئینہ رہبر و رکھرا اپنے عکس میں خدا کا تصور کرے۔ یعنی جیسا کہ حرکت سکون کا
اوس سو ہے اسی طرح بحکم المؤمن مرات المؤمن حرکت سکون رب راجی جو عکس
رب الارباب ہے بحکم لا تتحرک ذرة الا باذن اللہ اس کے عکس میں موجود ہے
اس کا تصور۔

شغل مرشد

آنکھ بند کر کے اس درجہ مرشد کا تصور کرے کہ خود مرشد اور عین صورت مرشد
ہو جائے۔ اور جو قول و فعل اپنے سے سرزد ہوں وہ بجانب مرشد تصور
کرے اپنے شعور کی علحدگی اختیار کرے تاکہ فقط وہی شعور اپنے مرشد باقی
رہ جائے۔ اسی کا نام مرتبہ فنا فی الشیخ ہے۔

شغل البتہ

شغل آواز اس شغل کو طریقہ صوفیہ میں مطان الاوکارو شغل البتہ کہتے ہیں۔
 اس کے تین اقسام ہیں۔ اول یہ ہے کہ جو حرکت و وسوسہ سے ایک آواز پیدا ہو
 جیسے حرکت و وہاں تھوڑا آواز نکلتی ہے اور ایک سے کچھ نکلتا ہے۔ دوسرے آواز
 کہ بغیر حرکت سے نکلتا ہے بلکہ آب و حیات سے نکلتا ہے۔ یا کوئی آواز نکلتا ہے اور
 بسبب اور لطیف کہتے ہیں۔ تیسرے آواز یہ ہے کہ ایک سطر سے پہلے آواز نکلتا ہے
 اس کو تغیر و تبدل نہ ہو اگرچہ تمام عالم سے نکلتا ہے۔ معمولی ہے مگر بواسطہ ابدال
 کے اور کوئی اس سے مطلع نہیں ہے۔

احیاء معتبرین آیا ہے کہ حضرت سرور عالم صلعم قبل از بعثت او بعد از بعثت
 اس شغل میں مشغول تھے چنانچہ حضرت خدیجہ الکبریٰ سے مروی ہے کہ رسول
 خدا صلعم قبل از بعثت قدرے طعام اپنی ہر ایک غار حرامین تشریف لیجا کرتے
 تھے جسکی برکت سے صورت جبریل کی آن حضرت پر ظاہر ہوئی اور وحی نمازی
 ہونے لگی۔ جناب سرور عالم صلعم سے کسی نے وحی کی نسبت سوال کیا آپ نے
 فرمایا جھگو کبھی ایک آواز مثل آواز جرس اور گاہے مانند آواز زنبور عسل کے اور
 کبھی فرشتہ شبک انسان متمثل ہو کر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اس شغل کا طریقہ
 یہ ہے کہ جنگل یا کسی مکان میں جہاں کسی کا گذر نہ ہو اور نہ کسی کی آواز آئے

ہاتھ کو یا ون کو ایلچور سے پایہ پیچھ کر و نون اتامل - ہاتھ میں سے دو نون کاٹ کر
پندرہ سے ارنیاں کر کے کہ کا نون میں ایک آواز مثلاً پیا آتے کہ : ہلرم ہوگی
پس طاراً کہ چاہئے کہ ایک لفظ اس آواز سے غافل نہ ہو اور کہیں نہ آتا ہو
کی طرف توجہ کرے تاکہ وہ آواز رفتہ رفتہ ایسی تھلے ہو جائے کہ آواز نہ ہو
ہاتھ سے کہے کہ کسی وقت اور کسی جگہ آواز نہ آئے - طاراً کہ نہ ہو یا کہ تھلے
مجھڑ یا بنگل میں وہ آواز سنائی دیتی تھی اُس تھلے زبیر سیاہ - بازار خوش نما میں
میں بھی سنائی دی اور بوقت غلبہ اس لطیفہ کے آواز اوس کی آواز دہلیا
نقارہ پر بھی غالب ہو جاتی ہے جو کیفیت اس شغل میں ظاہر ہوتی ہے وہ خضر
تھلے پرستہ باہر ہے بعض درویش خدیل کو روٹی میں لپٹے کر کھاتے تھے سورن
میں رکھتے ہیں تاکہ حرارت فضل سے - آواز نہ آئے کہ ۔

طریقہ توبہ

بدید کو اپنے برو و دوزالو بیٹھائے اور کہے کہ آنکہ بند کر کے برائے دل تو جو ہو
بعدہ اپنی وکی طرف متوجہ ہو کر بہت القاف نسبت کی کرے تاکہ بدید کے دل پر
فیوض نصیبیہ کا اثر ہو اور اس پر ایک طرح کی محبت اور بخودوی طاری ہو جا
اور یہ طریقہ توحید کا اہل نقشبندیہ سے پانچویں روز کرتے ہیں اور جس پر
توحید اثر نہ کرے یا قلب اور اس کا نسبت ہو اس کے واسطے یہ تدبیر ہے کہ توحید

کے وقت اس کے دل کے پاس چراغ روشن کر کے رکھ دیں تاکہ حرارت چاروں طرف سے قلب میں بھی حرارت پیدا ہو اور بعض فقرہ کے پاس توبہ کا یہ طریقہ بھی ہے کہ مرشد اور مرید دونوں انگلیوں بند کر کے متوجہ ہوں اور پھر اس طریقہ سے توبہ بعد پیدا ہونے گرمی کے دل میں باہر کر جویت پیدا ہو جائے۔ لیکن طالب توبہ کو لازم ہے کہ قبل توجہ دل کو بند کر اللہ جاری کرے تاکہ جہزنا شیر ہو۔ قلب باہر ہونے کی شناخت یہ ہے کہ جس وقت بجائے باطن توجہ کر سنہ لقمہ را امتداد اپنے انوار زرد و سفید و سیاہ و سرخ و سبز اپنے میں مشاہدہ کرے۔ ترنگانہ میں استفادہ اور اون کے حالات دریافت کرنے کا بھی طریقہ یہی ہے۔ جب اون کی طرف توجہ تام ہوتی ہے تو اون کے روحانی فیوضات اور برکات لطیفہ قلب پر مرتب ہو جاتے ہیں۔ جس سے گوناگون انوار اور حالات غریبہ کا انکشاف ہوتا ہے جس کو کشف القبور سے تعبیر کرتے ہیں۔

دعا مولفہ

ہے برو بصر میں ترا جلوا
ذره ذره سے ہے عیان ترا نور
نہ کسی پر کھلا کہان ہے تو
اور ہر شے میں جلوہ گر تو ہے

یہ خدائے کریم بے ہمتا
تو ہے مختار اور سب مجبور
تو ہے رہنے کے بے نشان ہے تو
تو ہے قریب تر تو ہے

<p>مہربان ماور و پدر سے قز و ن نہیں تپہ انیس مضطرب کا سب سے اول ہو سب سے آخر ہے راحم و ناصر و معین ہے تو مئے الفت سے کہہ میں سرشار جزو نامری کو دل میں نور مینا فقرو سے عجز و توکل و ہوں زبان تیرے ذکر میں شاغل ہو بقا میں فنا کی کیفیت شعلہ شمع ہر زبان بن جائے</p>	<p>بہر چشم یقین نظر سے قز و ن تری مرضی لکھا مقدر کا تو ہی باطن ہے تو ہی ظاہر ہے ہر مکان کے لئے مکین ہے تو یہ بخود ایسا بنا کہ ہوں ہوشیار داغ الفت کو شمع طور میں عزم و سیر و تحمل و دل نہ ہو تیرے پاؤں سے غافل ہم پہ کھل جائے اپنی مہیت مرا جو ہر زبان بن جائے</p>
---	---

ہوں سر شہ پیر سراج الیقین
بہ چرخ سحر و آلہ آمین



تمام شد

۳۰۵

ادانہ سب